

مکتبہ اسلامیہ  
لاہور

دارالافتاء

# ایضاح کی حقیقت

مصحف

مصحف شریف اور تفسیر اور مسائل اور احکام  
مکتبہ اسلامیہ لاہور  
دارالافتاء

# فہرست مضمین

صفحہ	مضمون
۱	آریہ مذہب میں کتنی کادروازہ قطعی بند - - -
۱۰	آریہ مذہب کی تنگ دلی - - -
۱۵	مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریہوں کی خطرناک بدزبانی
۱۹	آریہوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت - -
۲۷	مسئلہ نیوگ اور قانون - -
۳۰	ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم - -
۳۳	کیا آریہ وید اہامی ہیں؟ - - -
۳۷	آریہ سماج کے عمیروں کی حالت - -
۴۰	ویدوں کی اندرونی سیر - - -
۴۵	اندرونی سیر کا کچھ اور نظارہ - -
۴۷	ویدک ایشور کے کارنامے - -
۵۰	تنازع کا بوداپن - - -
۵۸	پنڈت دیانند کا سیاسی عملی کسوٹی پر - -
۶۳	آریہ کتب میں شادی کادروازہ بند - -
۷۲	آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ - -
۸۲	روح مادہ کی اہمیت کا رد - -
۸۷	آریہ سماج کا باہر چوتوں کی قومیت پر خطرناک عمل



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

## آریہ مذہب کی حقیقت

آج کل آریہ سماجی بیچارے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنی اشدھی کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ پیشتر انکے کہ سادہ لوح مسلمان آریوں کی چکنی چٹری باتوں کی طرف دھیان کریں یہ ضروری ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مذہب کو ٹٹلی کسوٹی پر رکھ کر دیکھ لیں۔ اگر انسان دو پیسہ کی ہنڈیا لیتا ہے تو وہ بھی خوب ٹھونکا۔ بجا کر۔ اور یہ مذہب کا معاملہ ہے جس کے ساتھ لوگ دنیا، اور پر لوگ عاقبت کا نفع و نقصان وابستہ ہے ایسے یہ ضروری ہے کہ آریوں کی دعوت کو قبول کرنے سے پہلے ارتداد کی طرف قدم اٹھانے والے اس مذہب کے متعلق خوب جانچ پڑتال کر لیں کہ جس بیابان بوہ داخل ہونا چاہتے ہیں وہ کس طرح کا، دارجھاڑیوں سے پُر ہے۔ جس میں آرام کے ایک قدم اٹھانا دو بھراؤ رکال سب سے اول نجات کا سوال ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے پر لوگ اور عاقبت ایک دائمی اور سدا رہنے والی چیز ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آریہ مذہب پر لوگ یا عاقبت میں اپنے پیروؤں کو ہمیشہ کی نجات دلا سکتا ہے۔ اگر نہیں دلا سکتا تو پھر ایسے مذہب کو اختیار کرنے سے سوائے اسکے کہ اپنی عاقبت خراب کی جائے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے +

آریہ مذہب میں کتنی کا دروازہ قطعی بند

ایشور اپنے بھگتوں کے بھی گناہ معاف نہیں کرتا | سوامی دیانند صاحب اردو سنیا رتھ

پرکاش صفحہ ۲۴۹ سطر ۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں؟ جواب نہیں۔  
کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اُس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان پاپی  
ہو جائیں کیونکہ درگزر کے سنتے ہی انکو پاپ کرنے میں بخونی اور حوصلہ پیدا ہو جائے  
مثلاً اگر راجہ گناہ معاف کر دیا کرے تو لوگ حوصلہ پا کر اور بھی بڑے بڑے گناہ کر لیں  
کیونکہ راجہ گناہ بخش دیا کرے گا اور انکو بھی بھروسہ ہو جاوے گا کہ ہم راجہ سی بندہ  
حرکات ماتھے جوڑنے وغیرہ کے اپنا قصور معاف کرا لیں گے۔ جو لوگ قصور معاف  
نہیں کرتے وہ بھی تقصیروں سے نہ ڈر کر پاپ کرنے میں راجب ہو جاویں گے ایسے  
تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا۔

پھر سوامی صاحب اور ان کے پیروکاروں کا قول ہے کہ اُس شخص کو جس نے ۱۳  
حصہ نیکی کی اور صرف ایک حصہ بدی کی ہے۔ ہر حالت میں اس قدر گناہ کے عوض  
میں بھی تکلیف میں جانا پڑے گا یعنی وہ یہ مانتے ہیں کہ گناہ کسی حالت میں بھی  
شرط پر بھی کسی طرح معاف نہیں کیے جاسکتے۔

اب یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ویدک دھرم رٹی بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ اور آپ  
جانتے ہیں کہ انسان خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرے۔ کیسا ہی محتاط عاقبت  
اندیش پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز گناہوں سے  
قذافی پاک و صاف نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ بعض آریہ مذہب سونا و افق  
لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ گناہ کی سزا تو ضروری ہے مگر اگر کوئی تضرع  
عاجزی۔ جلیبی۔ مسکینی سے خداوند تعالیٰ کے حضور گڑ گڑائے تو خدا اس کے گناہ  
معاف کر دے۔ شاید دعا پر ار تھنا کے ذریعہ گناہ معاف ہو جاویں۔

بیشک یہ ایک سوال معقول ہے جو آریہ مذہب سونا و افق لوگوں کے دلوں میں  
پیدا ہو سکتا ہے سوا اس کے متعلق سوامی دیانند صاحب ستیا رتھ پرکاش کے صفحہ  
۲۴۵ سطر ۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ



یہ محبت کیسی | سوال - پریشور کی استی (حمد و ثناء) پر ارتھنا (مناجات)

اپنا (حضوری مراقبہ) کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب کرتی چاہیے \*  
سوال کیا استی وغیرہ کرنے سے ایشور استی کرنیوالے کا پاپ دور کر دے گا؟  
جواب - نہیں۔

سوال پھر استی - پر ارتھنا کیوں کی جائے - جواب ان کے کرنیکا نتیجہ اور ہی ہے  
سوال کیا ہے جواب استی پر ارتھنا وغیرہ کرنے سے ایشور کے ساتھ محبت  
پیدا ہوتی ہے \*

اس جگہ سوامی صاحب نے اس امر کو قطعی صاف اور واضح کر دیا کہ انسان خواہ  
کیسے ہی گڑبگڑا کر ایشور کے حضور گریہ و زاری اور پر ارتھنا وغیرہ کرے مگر وہ کسی  
رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ مگر اسکے ساتھ ہی سوامی جی نے نکھدیا کہ پر ارتھنا  
کرنے سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیار و ایک شخص کے سامنے ہم روتے ہیں چھتے  
ہیں۔ چلاتے ہیں۔ پیٹتے ہیں مگر وہ ہمارا رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا اور خوشی اش کے  
دانہ کی برابر چیز وہ اپنی گرہ سے دے نہیں سکتا تو بتلاؤ اب اس سے محبت ہو تو  
کیسے ہو۔ محبت ہمیشہ احسان اور مروت سے پیدا ہوتی ہے تو جیب بقول  
سوامی دیانند صاحب وید ایشور نہ رتی بھر گناہ بخشتا اور نہ راٹھی کے دانہ کے  
برابر کوئی چیز دے سکتا ہے۔ گویا مہر - محبت - احسان اور مروت کی کوئی بات بھی اس  
میں نہیں تو خدا را بتلاؤ کہ محبت کیسے ہو۔ نیچر پر نظر دوڑاؤ۔ دائیں بائیں۔ آگے پیچھے  
غور کرو وہ چیزیں جو ہماری محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہیں انہیں ہمارے آرام اور  
شکھ کے سامان ضرور موجود ہیں۔ بدون آرام اور شکھ کے بلا وجہ اور بلا سبب  
آج تک نہ کسی سے محبت ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ  
ویدک دھرم کسی کے گناہ نہیں بخشتا اور ہی صاف ہے کہ آریہ مذہب میں جیوتیا  
سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہزار اور لاکھ پر ارتھنا  
اور توبہ سے بھی ایشور گناہ نہیں بخشتا۔ اب قابل غور سوال یہ رہ جاتا ہے کہ

کیا آریہ مذہب کے عقائد قبل عمل میں آئے؟  
 کیا آریہ مذہب کے عقاید واقعی ایسے اعلیٰ اور افضل ہیں جن پر  
 عمل کرنے سے انسان جیو ہنیا اور نیک ہوں کو دور رکھ کر آسانی  
 اور سہولت سے نجات یا مکتی ہو کسی دھرم اور مذہب کا اعلیٰ نتیجہ  
 ہے حاصل کر سکتا ہے تو اسکے لئے ہم کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے یہ  
 سے اول ہم آریہ مذہب کے مایہ ناز عقیدہ اور اصول اعظم ہون پر غور کرتے ہیں  
 کہ کیا آریہ ہون کا طریقہ جسکی ادائیگی آریہ صاحبان پر ایسی ہی ضروری ہے جیسے  
 مسلمانوں کے ہاں نماز کا ادا کرنا۔ یہ عقیدہ آریوں کی نجات کے لئے کہاں تک  
 مدد کر سکتا ہے

آریہ بننے کے لئے بیش بہا  
 اشیاء کو آگ میں جھونکو  
 سوامی دیانند جی یجرید تیرکے ادھیائے کے پہلے  
 منتر کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ اُسے عام انسانوں میں  
 ایندھن سے اچھی طرح روشنی ہو سکتی ہے۔ تم  
 ان لکڑی گھی وغیرہ سے مادی لوگ کو روشن کرو۔ جیسے اگھتی یا سنیاسی کی سیوا  
 کرتے ہیں ویسے ہی تر لوگ آگ کا۔ یوں کرو۔ اسی آگ میں خوشبو کیسے  
 وغیرہ اور میٹھا گور۔ شکر وغیرہ طاقت دیتا ہے۔ اسی دودھ وغیرہ بیماری  
 کو دور کرنے والی سو مل یا گڑھی وغیرہ اور شدھی۔ ان چار قسم کی چیزوں سے اچھی  
 طرح ہون کرو۔“

پھر یجرید ادھیائے ۲ منترہ کی تفسیر میں سوامی صاحب یہ لکھتے ہیں ہون  
 چھوڑنے کے لائق ہو گھی وغیرہ اچھے اچھے پدارتھ ہیں۔ اور اچھی طرح پاک و صاف  
 کیے ہوئے ہون کے قابل کستوری اور کیسے وغیرہ پدارتھ ہیں ہون کی کتنی بھست کرو  
 پہلے ہون کی ساگری (سامان) پر ذرا غور کرو۔ خیال فرماؤ۔ کہ آجکل کتنی  
 عطر چندن۔ کستوری۔ کیسے وغیرہ اشیاء کس قدر مہنگی۔ ایک غریب آریہ  
 جسکی آمدن بصد مشکل پندرہ روپیہ ماہور کی ہے۔ کنبہ دار ہے جسے قحط سالی  
 اور کم آمدنی کی وجہ سے کبھی ہندیا میں ڈالنے کے لئے بھی بیس نہیں آ سکتا ہے

خدا را غور کرو۔ وہ ہون کی آگ میں جلانیکے لئے گھی کہاں سے لائیکا اور پھر جس  
 غریب نے کبھی عطر۔ چندن۔ کستوری اور کیسے کی شکل تک نہیں دیکھی وہ ان گراں  
 بہا چیزوں کو آگ میں پھونکنے کے لئے کہاں سے پیدا کر گیا۔ گھی۔ عطر۔ چندن۔  
 کستوری جیسی قیمتی چیزوں کو روزانہ ہون کے واسطے آگ میں ڈالنے کیلئے کم سے کم  
 ہر ایک آریہ کو پندرہ یا بیس روپیہ ماہوار کا مغل ہونا پڑیکا وہ بھی اگر احتیاط سے  
 خرچ کرے۔ تو بتلاؤ کہ وہ شخص جو بمشکل پندرہ بیس روپیہ کا ملازم ہے وہ اپنی  
 خواہ سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالے گا یا اُسے کستوری کیسے کو آگ میں جلانے  
 کے لئے خرچ کر گیا۔ معاوم ہوا کہ آریہ مذہب غریبوں کے لئے نہیں ہے حالانکہ مذہب  
 کا یہ اصول ہونا چاہئے **لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا أَلَا وَسْعَهَا** یعنی انسانی  
 طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ ہو۔ اسلام کے ہون یعنی نماز کے لئے کیا ضرورت  
 ہے وضو کے لئے ایک ٹوٹا پانی کی۔ اگر بیمار ہو تو تیمم کافی ہے یہ اصول جیسا کہ  
 ایک بادشاہ کے لئے قابل عمل ہے ویسا ہی ایک گدا کے واسطے بھی +

قیمتی اشیاء کو آگ میں  
 جھونک کر بھی مکتی نہیں  
 بفرض محال چند دہ لہتمندوں نے ہون کو باقاعدہ  
 ادا کیا اور کستوری۔ کیسے۔ عطر۔ چندن۔ گھی وغیرہ  
 کو آگ میں جھونکا تو کیا ان چیزوں کے جلانے

سے خدا خوش ہو کر انہیں نجات دے دے گا؟ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر  
 پہنچتے ہیں کہ نجات کیا بلکہ آریہ سماج کے مسلمہ اصول کے مطابق نجات اور بعد ہوگا  
 کیونکہ آریہ مذہب میں گناہوں کی معافی نہیں۔ پھر نجات کیسی۔ آپ حیران ہونگو  
 کہ یہ کیسے؟ ہون میں کونسی ایسی چیز ہے جو ثواب کے بجائے پاپ کی طرف جاتی  
 ہے تو وہ دستور اسکے لئے ہیں وہ رہا نیکی ضرورت نہیں ہے۔

ہون اور جہنم میں  
 ہون میں کستوری کا ہونا ضروری ٹھہرایا  
 گیا ہے۔ مگر آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ

کستوری کہاں سے آتی ہے۔ بھنگا ہون کو نہ مارا جائے کستوری حاصل نہیں ہوتی

گو یا کستوری حاصل کرنے کے لیٹے بے انتہا ہرنوں کی جانیں لینی پڑیں گی اور پھر کہیں جا کر ہوں کی ساگری تیار ہوگی۔ ممکن ہے کوئی دوست یہ کہہ دے کہ جب ہرن اپنی موت مر گیا اسوقت اس سے کستوری لے لی تو اس میں کوئی نسا پاپ ہو گیا۔ مگر دوستو! حقیقتاً یہ بات نہیں جو شکاری لوگ ہرن سے کستوری لیتے ہیں ان سے دریافت کرو کہ کستوری کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اول جب ہرن پر گولی وغیرہ چلائی جائے اور وہ ٹرپ رہا ہو تو ایسی نزع اور جان کنڈن کی حالت میں کستوری لے جائے تو مہیا و زکستوری تمام جسم میں سرایت کر جائیگی اور پھر اسکا حاصل کرنا قطعی مشکل ہو جائیگا تو گو یا کستوری حاصل کرنے کے لیٹے نہ صرف ہرن پر گولی چلانیکی ضرورت ہے بلکہ اسکے ساتھ جان کنڈن کی حالت میں کستوری کو الگ کرنے کے لیٹے حد درجہ کی بے رحمی بھی ضروری ہے۔ پس کد و حرم تو ایک رتنی کیا خشخاش بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ فرمائیے ہون کے کرنے سے نجات ہوگی یا نجات سے دوری۔ سو چکر جواب دو کہ وہ نعمت غیر مترقبہ یعنی نجات جسکی حرص اور کشش کے ذریعہ آریہ صاحب سناقتیوں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں اور سکھوں وغیرہ کو اپنی طرف بلاتے ہیں خود ان کے مذہبی عقائد ہی مکتی کے خواہشمند کو مکتی میں پہنچاتے ہیں یا اسے مکتی سے دور لے جاتے ہیں۔

نجات کیلئے چار | پھر سوامی دیا تھ صاحب اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۰ سطر ۱۲  
سوسال عمر کی شرط | میں تحریر فرماتے ہیں کہ اتالیق اور ماں باپ بچوں کو پہلی عمر

میں علم اور خوبیوں کے حصول کے لیٹے ریاضت کش بنائیں اور اس طور کی نصیحتیں کریں کہ بچے از خود اکھنڈ (لاتزلزل) برہمچریہ رکھ کر اور تیسرا اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ کر کے مکمل یعنی چار سو سال کی عمر حاصل کریں کیونکہ جو شخص اس قسم کا برہمچریہ کر کے چار سو سال کی عمر حاصل کرتے ہیں وہ ہر قسم کے امراض سے چھوٹ کر دھرم ارتھ کام موکش (نجات) کو حاصل کرتے ہیں۔

اب ہم غور کرتے ہیں کہ کیا ہمارے آریہ دوستوں میں کسی نے اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ رکھ کر چار سو سال تک عمر بڑھا کر نجات کو حاصل کیا تو جب ہم آریہ سماج پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں

اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ خود ہم سوامی دیانند صاحب کے نمونہ پر غور کرتے ہیں تو آپ برہمچاری کیا باوجود بال برہمچاری ہونیکے تشر سال کی عمر میں سفید ریش ہو کر اس دنیا چل بسے حالانکہ چار سو سال کی عمر والے کو ۷۰ سال کی عمر میں ڈاڑھی تک بھی نہیں آتی چاہیے تھی تو جب شرط ہی پوری نہ ہوئی تو ہم مشرط یعنی نجات کی کیا توقع رکھیں۔  
بفرض محال اگر کسی شخص نے بقول سوامی دیانند صاحب ۴۸ سال برہمچاریہ بھکر چار سو سال کی عمر کو حاصل بھی کر لیا۔ اول تو یہ قطعی ناممکن ہے کیونکہ آریہ سلج کی ہستی میں ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہاں اگر سوامی دیانند جی کی خاطر یہ مان بھی لیں کہ کسی شخص نے ۴۸ برس کا برہمچاریہ رکھ کر چار سو سال کی عمر کو حاصل بھی کر لیا تو کیا پھر نجات حاصل ہو جائیگی۔ آہ پھر بھی نہیں۔

چار سو برس کی عمر یا کر  
بھی نجات سے دوری  
کیونکہ سوامی دیانند جی کے قائم کردہ اصول پر چل کر چار سو  
برس کی عمر کو پا کر نجات کیا حاصل کرے گا بلکہ نجات سے  
بہت دور چلا جائے گا۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں یہ

کیوں اور کیسے؟ ایک شخص جب بقول سوامی جی کے اعلیٰ درجہ کا برہمچاریہ بھی رکھتا ہو اور چار سو برس کی عمر بھی پالیتا ہے پھر وہ کیسے نجات اور مکتی کو نہیں پائیگا۔ دوستو! اسکے لئے ہمیں کہیں دور جانکی ضرورت نہیں ہے۔ سوامی دیانند صاحب اسی ہتھیار پر کاش کے صفحہ ۳۳۶ سطر ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں: "نہایت درجہ کی تنوگنی وہ چلنو والی نباتات درخت وغیرہ کیڑے مکوڑے، مچھلی، سانپ، کچھوے، مولشی، برگ کا جنم پاتے ہیں (منو ۱۲ و ۲۲)"

اسجگہ سوامی جی نے نباتات میں بھی روح کو تسلیم کیا ہے۔ بغیر سبزی۔ آناج۔ مکان کے انسان کا گوارہ قطعی مشکل ہے۔ بقول سوامی جی کے سبزی میں روح موجود۔ آناج میں روح موجود۔ درخت مکان بنانے کے لئے اس میں روح موجود۔ اور روح یا جیو کی ہتیا سے بڑھ کر سوامی جی کے نزدیک اور کوئی پاپ نہیں ہے تو گویا انسان جس قدر لمبی عمر حاصل کرے گا اتنی ہی زیادہ سبزی۔ آناج ہی زیادہ درخت

وغیرہ استعمال میں لائے گا اور جس قدر ان اشیاء کا استعمال ہوگا اتنی ہی زیادہ جیو ہنتیا ہوگی اور جتنی زیادہ جیو ہنتیا ہوگی اتنا ہی زیادہ گناہ ہوگا۔ تو فرمائیے چار سو برس کی عمر حاصل کرنے کے بعد بھی تو نجات کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے بکارت نجات سے زیادہ دور چلا جاتا ہے آریہ مذہب میں نجات کا دور وازہ بند

اگر بفرض محال کوئی ایسا مہاتما ہم مان لیں جو نہ مکان، میں رہے گا پابند ہو اور نہ سبزی کھائے اور نہ اناج وغیرہ کھائے گا پابند ہو۔ مگر اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ہوا میں

سائنس ضرور لے گا۔ پانی پیئے گا اور سوامی صاحب کے عقیدہ کے مطابق ہوا اور پانی میں جیو موجود ہیں جیسا کہ آپ ستیارتھ پرکاش ص ۲۲۹ سط ۱ میں فرماتے ہیں۔ اس کے بعد دھرم راج یعنی پریشور اس جیو کے پاپ پن کے مطابق ہوا۔ آج پانی کے ذریعہ سے دوسرے کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب ہوا اور پانی میں جیو موجود ہیں اور جبکہ جدید تحقیقات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ ایک قطرہ پانی میں بکثرت کیڑے موجود ہیں تو اب بغیر سائنس اور پانی کے تو انسان کا گزارہ قطعی مشکل ہے اور ان میں جیو موجود ہیں تو انسان جیو خوری یا جیو ہنتیا سے تو سوامی جی کے اپنے پیش کردہ اصولوں کے مطابق کسی طرح سے بھی نہیں بچ سکتا۔ اور الشوری مہاراج ایک رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کر سکتے کون کہہ سکتا ہے کہ پانی اور ہوا کے ذریعہ کس قدر جیو انسان کے اندر گئے۔

اول تو ایسا مہاتما ملنا مشکل ہے ہاں اگر ہم اپنے آریہ دوستوں کی خاطر مان لیں کہ کوئی ایسا مہاتما دنیا میں میسر بھی ہو جائے جو روٹی کھائے نہ پانی پینے نہ سائنس لے تو پھر کیا اس قدر مجاہدہ کے بعد بھی انسان کو مکتی ملے گی یا نہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس کا زبردست مجاہدہ اس امر کی ضمانت ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس نے جیو ہنتیا کے خوف سے نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا نہ سائنس لیا اس کو ضرور مکتی ملنی چاہیے مگر سوامی صاحب اس شخص کے لیے بھی مکتی نہیں بتلاتے۔ آپ حیران نہیں پریشان ہوں گے کہ یہ کیوں۔ اور کیسے۔ سوامی صاحب اردو ستیارتھ پرکاش ص ۲۸۱ میں لکھتے ہیں



## نجات قطعی ناممکن

سوال موکش طبعی ہے یا عارضی۔ جواب غارضی کیونکہ اگر طبعی ہوتی تو بند اور مکتی کبھی نہ ہوتے۔

پھر ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۳۱۵ پر سوامی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال مکتی وہی ہوتی ہے جس سے علیحدہ ہو کر پھر دنیا میں نہ آئے جواب یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ویدوں میں اس بات کی تردید کی گئی ہے مکتی ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی۔ اگر مکتی دائمی نہیں تو پھر اس مکتی سے کیا فائدہ۔ یہ مکتی کس کام کی جو آج جیو مکتی میں آرام اور سکھ میں ہیں۔ کل وہ بلا وجہ اور بلا سبب مکتی خانہ سے نکال کر اس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ پیار و گرمی کے موسم میں اس شملہ کی سیر کیا کیا فائدہ جو کچھ دنوں کے لیے تو شملہ کی رہائش کی اجازت ملتی ہے اور پھر جون اور جولائی کے دنوں میں ہی راجپوتانہ جانے کا حکم ہو جاتا ہے۔ پیار و ایسے مہتمم بند و بست ہونے سے کیا فائدہ جو آج تو مہتمم بند و بست ہو کر تمام عمل پر حکمراں ہے اور کل یا کچھ دنوں بعد بلا وجہ اور بلا سبب اسے جریب کش بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے کمانڈر انچیف ہونے سے کیا فائدہ کہ جو آج تو سپہ سالار ہو کر تمام افواج پر حکمراں ہے اور کل بلا وجہ اور بلا سبب سائیس بنا دیا جاتا ہے۔ یہی حال آریہ سماج کی مکتی کا ہے۔ یہ مکتی نہیں ہے جو ویدک دھرم ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ ویدک ایشور کی بے بسی | آپ حیران ہوں گے کہ سوامی صاحب نے جیو کو دائمی مکتی سے کیوں محروم رکھا۔ دوستو اس میں

بھی ایک بھید ہے۔ سوامی جی کے نزدیک ارواح محدود ہیں۔ پہلے جب قدرِ رنور بخود پیدا ہو گئیں سو ہو گئیں اب نہ ایشور ایک روح کم کر سکتا ہے نہ زیادہ جب ارواح کی تعداد کو محدود مانا گیا تو اس صورت میں دائمی مکتی ملنے سے یہ قیامت لازم آتی ہے کہ جو روح مکتی خانہ میں گئی وہ تو گویا ہمیشہ کے لیے ایشور کے ہاتھ سے گئی۔ آج ایک گئی کل دوسری پر سوں تیسری علیٰ ہذا القیاس ایک دن ایسا آتا کہ ویدک ایشور کے ہاتھ میں اس دنیا کا سلسلہ چلانے کے لیے ایک روح بھی نہ رہتی۔ ویدک ایشور پانچو

سونا قیماں ہونیکے معطل ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھڑک رہی تھ جاتا۔ کیونکہ ارواح پیدا نہیں  
کر سکتا۔ دنیا کا سلسلہ چلے تو کیسے اسلئے سوامی جی نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے  
دائمی کمتی سے ہی انکار کر دیا۔ پیارو۔ اول تو جس دھرم میں حصول کمتی ہی قطعاً ناممکن  
ہو اور بے فیض محال خوش قسمت کے کسی کو کمتی مل بھی جائے تو وہ دائمی نہ ہو تو بتلاؤ  
ایسے مذہب کے اختیار کرنے کا کیا فائدہ اول تو کمتی ملنے محال ہے اور اگر بعد مشکل  
مل بھی جائے تو وہ دائمی نہ ہو۔ فتہ پروا۔

## آریہ مذہب کی تنگ دلی

ایک مشنری مذہب، کہلا پیا اے کیلئے وسعت قلبی اور وسیع حوصلگی کی ضرورت ہے۔ اسلام کہتا ہے لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی مذہب کے بارہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے جس کا جی چاہے قبول کرے۔ مبلغ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج جو آئے 'ن اسلام جیسے مظہر و پاکیزہ مذہب پر خطرناک سے خطرناک اور بے بنیاد الزام لگاتا رہتا ہے خود کس پائے پر ہے +

ستیا رتھ پرکاش میں ستیا رتھ پرکاش کے صفحہ ۴۶ پر بائیں آریہ سماں لکھے ہیں  
 دھرم اور ادھرم کی تشخیص جو بے روبرو عاقبت و انصاف کا روبرو سے موصوف ایشو

اس قدر معلوم کرنا کہ بعد کہ آئین اصطلاح میں دھرم کسے کہتے ہیں اور ادھرم کسے کہتے ہیں۔ ہمیں اسکا چندان فکر نہیں کہ ویدوں کے زمانے والے دیگر مذاہب یا اقوام کو ادھرمی کہدیا۔ اپنے سے الگ عقیدہ رکھنے والے کو دوسرے مذہب کے پیروں کو دھرمی اور دھرمی پرشوں سے یاد کیا کرتے ہیں۔ صرف قابل غور بات یہ ہے کہ ستیا رتھ پرکاش میں ادھرمی پرشوں یعنی جو ویدوں کو نہیں ماننے ان کے لئے کیا سلوک روا رکھا گیا ہے اس کے لئے ہمیں دو زبان کی ضرورت نہیں۔

مذہب اور جو احکام و بیرونی کے خلاف ہیں اسے ازھم کہتے ہیں۔

ادھرمی لوگوں کے لیے ہم ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۴ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو  
آریہ سماج کا فتویٰ

ادھرمی خواہ سب جو بڑھکھا صاحب و پلہ نہایت بے وقوف  
اور صاحب لیاقت بھی ہو تو بھی اسکی بربادی - تنزل و تخریب میں لگا رہے یعنی  
جہان تک ہو سکے وہاں تک ان کی طاقت گھٹائے

اب آریہ سماج کے نزدیک نہ صرف مسلمان عیسائی ہی ادھرمی بلکہ سناستی اور بدینی اور کھ  
بھی ادھرمی ہیں کیونکہ وہ آریا ویدوں کے نیوگ کہ مایہ ناز تعلیم کو نہیں مانتے اس لحاظ  
سے وقت ملنے پر آریہ سماج کے نزدیک مسلمان - عیسائی - سکھ - برہمن - اور سناستی وغیرہ  
برباد - تخریب اور مذلیل کیے جانیکے قابل ہیں۔ اللہ اکبر کہنے والے مسلمانو - خدا پر  
یقین رکھنے والے عیسائیو - ایشور مٹے کا دم بھرنیوالے برہمنو - ست سری اکال کاغره  
بلند کرنے والے سکھو اس آریہ فتوے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

آریہ دھرم میں دہریہ کی تعریف | سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں  
سمولاس دوسرے ادیشن مطبوعہ ۱۹۰۷ء ص ۳۱۱

پر منوجی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ جو ویدوں کی مندیارتھات اپان در داچرن رکھتا ہے  
وہ ناستک ہے۔ مطلب جو ویدوں کی مندیارتھ یعنی بیقدری اور خلاف ورزی کرتا ہے  
وہ دہریہ ہے۔ مگر منوجی کا اصلی بچن یہ پہلے بھی نہایت تنگدلی پر مبنی تھا پر سوامی جی نے  
اسکے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کر کے کیڑیوں کے خلاف اپنا عقیدہ رکھتا ہے وہ بھی  
دہریہ ہے اس تنگدلی کو اور بھی چار چاند لگا دیئے جس سے نہ صرف مسلمان عیسائی  
ہی دہریہ بن سکے بلکہ ست سری اکال کاغره بلند کرنیوالے سکھ بھی ایشور مٹے کا دم  
بھرنے والے برہمنو بھی دہریوں کی فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں

دھریوں کیلئے حکم | ممکن ہے کہ آپ یہ سوال کریں کہ کیا ہوا اگر اللہ اکبر کاغره

بلند کرنیوالے مسلمان ایشور مٹے کا دم بھرنیوالے برہمنو  
سری اکال کا جیکارہ پکار نیوالے سکھ صاحب اور خدا کی ہستی کے قائل عیسائی وغیرہ

کل کے کل آریہ سماج کے بانی کے حکم کے بموجب دہریہ بنگلے کسی کے کہنوسے کوئی دہریہ نہیں ہو سکتا۔ ماں یہ سچ ہے مگر اس قدر دہریہ کی تعریف کے بعد جو ناطق حکم سوامی جی نے دہریوں کیلئے دیا ہے اسکا تصور کرتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سنو! ستیا رتھ پرکاش کے دوسرے اڈیشن کے دسویں سمولاس کے صفحہ ۳۴۱ پر یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ ”جو شخص وید اور وید کے مطابق قصائفت (ستیا رتھ - نور) کہے و قری کرتا ہے اسکو ذات۔ سے خارج کر دیں کیونکہ وہ دہریہ ہے۔ مطلب۔ جو کوئی ویدوں کے عقائد (مثلاً - نیوک - ) کو نہیں مانتا اور انکے خلاف اپنا عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے دہریہ کو ذات سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ یہ ہے ہنسارپو دھرم کے مدعیوں کے نرم دلی کے نرم احکام۔ اور ملاحظہ ہو۔

ویدوں کے نہ ماننے والو تکو  
ستیا رتھ پرکاش سمولاس ۳ ص ۵۹ پر درج ہے  
”جو شخص وید اور ... وید کے مطابق بنائی ہوئی  
کتابوں (ستیا رتھ پرکاش - نور) کی بیغیرتی کرتا ہو

اس وید کی بُرائی کر نیو ایسے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔  
مطلب صاف ہے کہ جو لوگ ویدوں اور سوامی دیانند جی کی کتابوں کو نہیں مانتے  
انکو اپنی ذات قطار اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ اب ہم قرآن مجید کے ماننے  
والے مسلمانوں اور نورات و انجیل کے ماننے والے عیسائیوں اور گرتھ صاحب کے ماننے  
والے سکھوں سے دریافت کرتے ہیں کہ سوامی دیانند صاحب کے اس بے لاگ فیصد کے  
متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ اگر خدا نخواستہ پانچ منٹ کے لئے گورنمنٹ عالیہ آریوگر  
ہاتھ میں قانون وید سے تو اس ملک کے عیسائیوں۔ موسائیوں۔ برہمنوں۔ جینیوں  
اور سامانوں۔ اور سکھوں کے لئے جو او دھم برپا ہو سکتا ہے اس کا تصور کرتے  
ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں +

ویدوں کے مخالف صفحہ صرف اسی پر بس نہیں۔ شاید کسی کو سوامی جی کے اقوال احکام  
وینا پر نہ رہنے پائیں کے سمجھنے کے لئے کچھ شبہ رہ جاوے اسلئے سوامی جی رگوید

بھاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۵ء بکرمی صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ رگوید کے پہلے اسٹک کے پہلے جیہ کے ساتویں ورگ کے پانچویں منتر کے پچھلے حصہ کا خلاصہ مطلب جو ناسٹک تذک وادہوت منش میں دس سب ہم لوگوں کے نواس استھانوں سے دور چلے جاویں۔ کینٹو نسچ کر کے اور ویشوں سے بھی دور ہو جاویں۔ ارتھات ادھر می پرش کسی ویش میں نہ رہو پاویں۔ مطلب جو ویدوں کے زمانے والے وہ یہ لوگ ہیں وہ سب ہمارے چکر رہا ویش سے دور چلے جاویں نہ صرف ہمارے ملک سے بلکہ دیگر ممالک سے بھی دور ہو جائیں مطلب یہ کہ ویدوں کے زمانے والے کسی ملک میں بھی نہ رہنے پاویں۔ اسکی تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں۔ یہ ان لوگوں کی مذہبی کتابوں کے احکام ہیں جو آہنسا پروردہ ہرما کی گردان کرتے ہوئے تھکتے نہیں۔

دہریے یوقوف ویدوں کے مخالف | آریہ ہے دنی کے نویں ایڈیشن مطبوعہ  
اپنی جڑوں سمیت عرق ہو جائیں | ستمبر ۱۹۳۵ء بکرمی صفحہ ۴۹ پر مہارشی دیا  
رگوید ۱۔ اسٹک اول ادھیائے ۴

ورگ۔ ا کے منتر کا دیا کھیاں اسطرح دیتے ہیں۔ اور جو ناسٹک بڑا کو چوریشوں گھاتی مورکھ و شے لپیٹ ہنسا آدی اتم کرموں میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ سوارتھی ہیں۔ وید و دیا و رد ہی اناریہ منش ہیں۔ ان سب دشمنوں کو مول بہت نشٹ کر ڈے۔ مطلب ویدک ایشور کا حکم ہے کہ جو لوگ یوقوف اور ان پڑھ ہیں۔ خود غرض ہیں۔ گوشت خور ہیں۔ اچھے کاموں میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ ویدک علوم کے مخالف ہیں اور ویدوں کی نندیا کرنے والے ہیں وہ دہریہ ہیں۔ اسلئے انہیں جڑوں سمیت نشٹ کر دینا چاہیئے۔ واہ واکبسی رحمہ کی تعلیم ہے۔ اس رحمہ کی بھی کوئی حد ہے۔ اگر آج ان رحمہ دلوں کو خدا نخواستہ کچھ مدت کے لیئے قانون ماتھ میں لینے کی اجازت مل جائے تو دیکھو کیسا اودھم مچتا ہے۔ خدا وہ وقت نہ لائے۔ آمین۔

ہمارے مخالف ہمارا مذہب قبول کریں | سوامی جی ہے دنی سبھا کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں  
یا ہمارے بس میں ہو کر رہیں | جن لوگوں نے برہمچریہ اور گھرسٹ دان یا

سنیاس انوشٹھان برت رہت وید مارگو چھیدی اناچار یوں کویتا یوگ شاشن  
 کرو جس سے وہ بھی شکشائیت ہو کے ششٹ ہوں اتھوا ان کا پران انت ہو جاو  
 کہا ہمارے دیش میں ہی رہیں۔ یعنی جھوں نے سجدہ اور گھسرت اور فقیری وغیرہ ان  
 تینوں کو باری باری اختیار کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں یا مرجائیں  
 یا ہمارے غلام ہو کر رہیں یعنی جو لوگ بیاہ کرانیکے بعد فقیر نہیں بنے ایسے لوگ یا تو  
 آریہ سماجی بنجائیں یا آریہ سماج کے چاکر ہو کر رہیں یا اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھائیں۔  
 مسلمانوں۔ سکھوں۔ عیسائیوں۔ شائنیوں۔ جینیوں۔ بدھوں۔ بتاؤ تمہارا کیا منشاء ہے۔  
 اب کوئسی بات منظور ہے مجھ اور اسکے بعد قبیلدار اور اسکے بعد فقیر بننے کو تیار ہوا  
 ویدک وحر مہیوں کے غلام بننے کے لیے حاضر ہو۔ کوئسی بات منظور ہے +

جو ہم سے محبت کرے یا جس سے ہم آریہ ہے دلی نوں اڈیشن کے ۲۶۳ صفحہ پر  
 دشمنی کریں وہ تباہ ہو جاوے لکھا ہے کہ جو ہم سے مخالفت کرے یا جس پالی  
 سے ہم دشمنی کرتے ہیں اسے انصاف کرنیوالے

پر مشیور سبحان اللہ اس انصاف کی بھی کوئی حد ہے ہاں لکھ پائی۔ علم۔ دوا۔ سب  
 ناموافق اور دکھ پہنچانے والے ہی ہوں۔ یعنی جو آریوں سے محبت نہیں کرتا یا جس سے  
 یہ مہربان محبت نہیں کرتے۔ ان "ہنسا پر مود دھرم" کے مدعیوں کی یہ دعا ہے کہ اگر  
 ایسا آدمی نجار میں کوئیں کھاوے تو اسے زہر ہو کر لگے اور اگر وہ درد شکم کے لیے  
 پیپرینٹ کی گولی کھاوے تو وہ اسے بارود کی گولی ہو کر لگے۔ اور اگر پانی پیوے  
 تو وہ اسے مرض استقشا پیدا کرے اور کبھی پیاس نہ بھجاوے۔ حساب کرتے بیٹھے تو  
 پہاڑوں میں گڑ بڑ پڑج جاوے۔ ذرا ان "ہنسا پر مود دھرم" اور مسلمانوں کو جہادی کہنے  
 والوں کو تاہ آستینوں کی دراز دستی ملاحظہ ہو +

ہندوستان سے باہر رہنے والے لوگ ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کے دلیں یہ  
 سب راکشس سمجھ اور اس میں خیال پیدا ہو کہ یہ نظر عنایت ہندوستان

کے رہنے والوں کے لیے ہے۔ ہندوستان سے باہر کالے کوسوں پر رہنے والے جنھوں نے



ان آریہ صاحبان کا کچھ نہیں بگاڑا وہ ضرور آریہ متروں کی نظر کرم سے محفوظ رہے ہونگے مگر جب ہم ستیارتھ پر کاش کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اُس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں۔ دیکھو۔ ستیارتھ پر کاش کے آٹھویں سمولاس کے ۲۹ صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ جو آریہ ورت سے علاوہ ملک ہیں وہ ملیچھوں اور راکھسوں کے دلش کہلاتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورت کے علاوہ۔ مشرقی شمال۔ شمال مغربی۔ اور مغربی ملکوں میں رہنے والوں کا نام راکھس۔ ملیچھ نیز اُس ہے۔ اور جنوب مغرب اور جنوبی اور جنوب مشرق اور جنوبی علاقہ آریہ ورت سے باہر رہنے والوں کا نام راکھس ہے۔ گویا اس تعلیم کی رو سے جاپان چین۔ تبت۔ فارس۔ روم۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ فرانس۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ ملکوں کے رہنے والوں کا نام راکھس۔ ملیچھ اور اُس ہے۔ اور امریکہ کے وسطی اور جنوبی حصہ لٹکاؤ۔ اسٹریلیا اور سیام وغیرہ ملکوں کے رہنے والے راکھس ہیں؛ معلوم نہیں انگلینڈ فرانس ریاستہائے متحدہ وغیرہ کے رہنے والے لوگوں نے آریہ بھائیوں کا کیا بگاڑا جو انکی نظر عنایت سے یہ بچارے کالے کو سولہ بیٹھے ہوئے بھی نزع سکے۔ سوائے اسکو کہ یہ برہمن ہیں اور اُنکی تصویر

## مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریہ کی خطرناک بے زبانی

نہیسی آدمی اور سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر اپنے بزرگوں کی امانت اور گستاخی نہیں سن سکتے۔ سوامی دیانند جی نے جو مختلف بزرگان مذاہب کی شان میں سخت کلامی کی ہے اُسے پڑھ کر یا شکر اکیبار تو منجھد خون میں بھی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم مختصر سی سوامی جی کی بد کلامی کو دلپر پتھر رکھ کر درج ذیل کرتے۔ ستیارتھ پر کاش

شری بد بھاگوت کے مفسر کے متعلق | واہ رے واہ بھاگوت کے بنانے والے لال بھگت  
سوامی دیانند کی دُرافشانی۔ | کیا کہنا تجھ کو ایسی ایسی جھوٹی باتیں لکھنے میں ذرا  
بھی جیا شرم نہ آئی محض اندھا ہی بن گیا۔۔۔ بھلا

ان پر لے درجہ کی جھوٹی باتوں کو دے اندھے پوپ اور باہر اندر کی پھوٹی آنکھوں والے  
انکے چہرے مسکراتے اور باتیں کرتے ہیں۔ یہ انسان ہیں یا اور کوئی۔

ان بھاگوت وغیرہ پر انوں کے بنانے والے پیدا ہوتے ہی کیوں نہ مر گئے۔ ماسک پیٹ ہی میں صنایع ہو گئے یا پیدا ہونیکے وقت ہی مر کیوں نہ گئے۔ بانیے آریہ سماج کی بنائی بزرگوں کے متعلق یہ درافستانی سنا تینوں میں مارے غصہ و سرخ کے رشتہ پیدا کر سکر لیئے کافی سے زیادہ ہے۔ کون غیور سنا تنی ان باتوں سے آگاہ ہو کر آریہ سماج سے ماتھ ملانے کے لیئے تیار ہو سکتا ہے۔

جینیوں اور بدھوں کے بزرگوں کے متعلق آریہ سماج کی شستہ کلامی  
ستیا رتھ پرکاش ہندی دوسرا ڈیشن صفحہ ۴۲۹ و ۴۳۰ پر جینیوں اور بدھوں کے بزرگوں کے متعلق آپ لکھتے ہیں۔ ان کے اچارج (بزرگ) سواری

خود غرض تھے دبدر مہاتما اور ان کے اور کئی بزرگ جو راج یا اور دینیوی جاہ و جلال کو چھوڑ کر سنیا سی بن دھرم پر چار میں لگ گئے وہ آریہ سماج کے بانی کے نزدیک خود غرض تھے کیسی دیدہ دلیری، پورن و دوان (کامل عالم) نہیں کیونکہ جو سبکی ننڈیا (برائی) نہ کرتے تو ایسی جھوٹی باتوں میں کوئی نہ پھنستا نہ انکھ بربو جن (مطلب) بدھ ہوتا... ان کے اچارج جانتے تھے کہ ہمارا مت پول بال ہے جو دوسروں کو سادیں گے تو کھنڈن (رو) ہو جائیگا اسلئے سب کی مذاکرہ اور مورکھ جنوں (یعنی بے وقوفوں) کو پھنساؤ۔ جینی اور بدھ بزرگوں کے متعلق آریہ سماج کے یہ بیکار کس قدر سخت ہیں۔ کیا ان ربکار کوں کو کوئی جینی اور بدھ پڑھ کر کانپ نہیں اٹھے گا اور کس طرح اُسکے دل میں آریہ سماج کے لیئے نیک خیال پیدا ہو سکتا ہے۔

سکھوں کے متعلق آریہ امرتسر کے لیئے سکھ دوستوں کے دلوں میں جس قدر احترام سلج کی مہذب کلامی اور عزت ہے وہ ایک ظاہر شدہ حقیقت ہے اسکے متعلق سوامی دیانند جی ستیا رتھ پرکاش تیسرے ڈیشن کے

باب ۱۱ صفحہ ۴۲۲ پر لکھتے ہیں۔ اس نالاب کا عرف نام ہی امرت سر ہے جب کبھی جنگل ہوگا

تب اسکا پانی اچھا ہوگا اسلئے اسکا نام امرت سر رکھ دیا ہوگا

آریہ سماج کے نزدیک سکھ بت پرستوں بھی بڑھ کر ہیں | ستیا رتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۴۶۵ پر

سوامی دیانند جی لکھے ہیں۔ یہ بُت پرستی تو نہیں کرتے لیکن اس سے بڑھ کر گرتھ  
د کتاب کی پوجا کرتے ہیں کیا یہ بُت پرستی نہیں ہے کسی بیجاں چیکے سامنے سرجھکنا یا  
اسکی پرستش کرنی تمام بُت پرستی ہے جیسے مورتی (بُت) والوں نے اپنی دوکانیں جمار  
روزی کی صورت نکالی ہے ویسی ہی ان لوگوں نے بھی کری ہے۔

شری گورو نانک دیو کے متعلق آریہ سماج کی شدتہ کلامی  
شری گورو نانک دیو جی ہمارے کے متعلق ایسے آریہ  
سماج ستیا رتھ پرکاش تیسراڈیشن آریہ صفحہ ۲۴  
ہندی دوسراڈیشن صفحہ ۲۵۶ پر لکھا ہے۔

چاہتے تھے کہ سنسکرت میں بھی پگ اڑاؤں (ٹانگ اڑاؤں) ... یہ بات اپنی بڑائی  
عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر بھی نہ کرتے انکو اپنی شہرت کی خواہش عزت  
تھی ... جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت و شہرت کے لیے کچھ دمجہ (مکرفیب) بھی کیا  
ہوگا۔ اب غور طلب بات ہے کہ شری باوانانک صاحب ایسے درویش صفت اور  
عارف باللہ کے متعلق سوامی دیانند جی کا یہ کہنا کہ یہ شہرت کے بھوکے تھے۔ بعلم تھے  
اور مکر بھی کیا کرتے تھے۔ کیا یہ الفاظ ناشایستہ سکر سکھوں کے سلیجے پھیلنی نہیں ہو جائے  
سکھ اور سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں مگر اپنے گورو کی نسبت گستاخی نہیں کر سکتے۔  
سکھوں کے قلب میں گورو بہت عزت کے لائق ہے۔

گورو بندہ دو نو کھڑے کس کے لاگوں پائے بھاری گورو اپنے بن ست گورو دیئے ملائے  
یعنی ایک چیلہ کے سامنے گورو اور گورو بندہ (خدا) دو نو کھڑے ہیں وہ اپنے دل سے سوال  
کرتا ہے کہ مجھے کس کے قدم پکڑنے چاہئیں تو اسکا دل اُسے جواب دیتا ہے کہ تجھے تو گورو  
پر ہی قربان ہونا چاہیئے جسکے ذریعہ سے سچے گورو (خدا) کے درشن ہوئے +

اب وہ لوگ جنکے دلوں میں گورو کی عظمت ہو ان کے لیے گورو نند اسنا بہت  
مشکل ہے۔ ان واقعات کی موجودگی میں کون غیور سکھ آریوں کی طرف صلح کا ہاتھ  
پرہا سکتا ہے اسلئے بحیثیت خیر خواہ کے میں آریہ سماج کو یہ نیک مشورہ دیئے بغیر  
نہیں رہ سکتا کہ جسقدر جلد ممکن ہو سکے آریہ سماج کو بحیثیت فاریان مذاہب کی شان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک | ویسے تو الحمد سے لیکر اناس تک قرآن  
میں آریہ سملج کی سخت بے ادبی | مجید پر جس پیرایہ میں سمولاس ۳۴ میں  
ہائے آریہ سملج کی طرف سے دل آزار

نکتہ چینی کی گئی ہے بذات خود وہ بہت معیوب ہے مگر اسکے خاص خاص حصے تو اس قدر پائے تہذیب اور متانت سے گرے ہوئے ہیں ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان الفاظ کو سننے اور اس کے رونگٹے کھڑے نہ ہو جاویں۔ ہندی ستیارتھ پربکاش الٹیشن دوم صفحہ ۵۳۸۔ اورو ستیارتھ پربکاش طبع سوم صفحہ ۶۸۱ دیکھیے محمد صاحب کی بیلا یہ قرآن قرآن خدا اور مسلمان کیوں (صرف) کچھ بات اور دیا د محض تعصب اور جہالت ایسا پڑے ہوئے ہیں اسلئے مسلمان لوگ اندھیرے میں ہیں اور دیکھیے محمد صاحب کی بیلا کہ جو تم میرا کچھ کر کے تو خدا تمہارا کچھ کرے گا اور جو تم کچھ بات روپ پاپ (طرف داری کا گناہ) کر کے اسکی رکچھا (حفاظت) بھی کروں گا اس سے سدھ (ظاہر) ہوتا ہے کہ محمد صاحب کا انتہ کر (دل) شدہ نہیں تھا اسلئے اپنا مطلب سدھ کر نیکی لئے محمد صاحب نے قرآن بنایا یا بنوایا ایسا ورت (ظاہر) ہوتا ہے

اور دیکھو اُردو ستیارتھ پرکاش چودھوالا سمولاس صفحہ ۶۷۸ مسلمانوں کا خدا  
شعبہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔ پھر دیکھو ستیارتھ صفحہ ۷۱ شعبہ بازوں کی  
جھلک دکھلا کر جنگلی آدمیوں کو قابو کر کے جنگلیوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔  
اسی طرح ۷۱، ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۲ صفحات پر اس دریدہ دہنی اور گستاخی و دُش  
گوئی سے کام لیا ہے کہ میں اسے نقل کفر کفر نباشد کے تحت بھی نہیں لکھ سکتا۔

کانگریسی مسلمانوں اور خلافت کینیول کے حامیوں کو غور کرنا چاہیے کہ کیا ایسے لوگوں کے ساتھ جنگی کتابوں میں ہمارے دو جہان کے شہنشاہ رسول مقبول صلی علیہ وسلم کی شان میں ایسی گستاخی اور بے ادبی سے کام لیا گیا ہے کہ جس کے سننے سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اب کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی غیرت مند مسلمان ایسے لوگوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا سکے مسلمان اور سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر اپنے رسول مقبول کی توہین اور گستاخی نہیں برداشت کر سکتے۔

پھر ستیارتھ پرکاش ہندی دوم اڈیشن کے صفحہ ۵۰۱ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب پر لکھا ہے: ”ایسی دردناک ذلت میں مرنے سے آپ خود قتل ہو کر یا سما دی چڑھا کر یا کسی اور طور سے جان چھوڑ دیتا تو اچھا ہوتا لیکن عقل بنا علم کیسے آوے“ پھر لکھا ہے: ”سچ تو یہ ہے کہ یہ پستک عیساؤں کی اور عیسیٰ ایشور کا بیٹا جنھوں نے بنایا دے شیطان ہوں تو ہوں کنتونہ یہ ایشور کرت (خدا ہی) پستک (کتاب) نہ اسمیں ایشور اور نہ عیسیٰ ایشور کا بیٹا ہو سکتا ہے + آریہ سماج کی مادیان مذاہب پر یہ سخت نکتہ چینی اور توہین سے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کبھی باہمی اتحاد کی لہر دوڑ سکے گی ہندوستان میں اتحادی ایک ہی راہ ہے کہ آریہ سماج اس نکتہ چینی کو اپنی کتاب سے نکال دے۔ دن تہر پہ نکتہ چینی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے“

## آریوں کا مسئلہ نیوک اور انسانی بچ

نیوک کا مسئلہ آریہ سماج میں بہت محبوب ہے اور اس مسئلہ پر آریہ سماج کو فخر اور فائز ہے۔ عام طور پر لوگوں کو آریہ سماج کے اس دلیہ ماز مسئلہ کی بہت کم خبر ہے اور نہ علم ہونے پر ہر ایک غیر متند انسان بلاشبہ اس جہالتی مسئلہ سے کانٹا لے گا۔

بہرے گا اور کوئی غیور انسان اسکو ایک آن واحد کے لئے بھی پسند نہیں کریگا  
اسلئے ہم آریہ سلج کے اس محبوب اور دل آرام مسئلہ کا یہاں مختصر ذکر کر دینا ضروری  
سمجھتے ہیں تاکہ لوگ اس مسئلہ سے آگاہ ہو جائیں +

**نیوگ سے کیا مراد ہے | نیوگ سے مراد یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند**  
کی موجودگی میں اور اسکے مرنیکے بعد اولاد

کے لئے غیر مرد سے اپنے اور اپنے خاوند کے لئے اولاد پیدا کرے۔ چنانچہ اس کے  
متعلق سوامی دیانند صاحب ستیا رتھ پرکاش دوسرا ڈیشن صفحہ ۱۱۹ میں اور تیسرا  
ڈیشن صفحہ ۱۵۲ پر اس طرح گورافشانی فرماتے ہیں +

نیوگ کن حالتوں میں کیا جاتا ہے | جو بیوا ہوا پتی دھرم کے لئے پردیس گیا ہوا ہو۔ تو آٹھ برس  
علم کے پڑھنے کے لئے گیا ہو۔ تو چھ برس اور دولت کمانی کی  
غرض سے گیا ہو۔ تو تین برس اسکی راہ دیکھنے کے بعد نیوگ

کے اولاد پیدا کرے۔ جب بیوا ہوا خاوند آوے تب نیوگ وائے پتی سے  
الگ ہو جاوے۔ سوامی دیانند صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی علم پڑھنے  
یا ملازمت کے لئے باہر گیا ہو تو اسکی عورت مقررہ میعاد کی انتظار کے بعد کسی اور مرد  
کے اولاد پیدا کرے۔ آجکل دیکھ لو کہ علم و نہر سکھنے کے لئے لوگوں کو کس طرح دور و دور  
ملکوں میں جانا پڑتا ہے۔ عورتوں کو بجائے اسکے کہ یہ تعلیم دی جاتی کہ تم اپنے خاوند کی غیر  
حاضری میں نہایت صبر و استقلال سے اپنی زندگی کے دن گزارو۔ برخلاف اسکے کہ کو  
یہ کہا جاتا ہے کہ کسی غیر مرد سے تعلق پیدا کر کے اولاد پیدا کرو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس تعلیم  
میں کوئی خوبی ہے اور ایسی تعلیم کہاں تک قابل عمل ہے اور اپنے اندر عالمگیریت  
فطرت انسان اس امر کو کبھی روا نہیں رکھتی کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی غیر  
حاضری میں کسی غیر مرد سے خاص تعلق پیدا کر کے اولاد بنے اور اسکا اصل خاوند واپس آکر  
ان بچوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ فطرت سلیم ان بچوں کو دیکھ کر کبھی  
اپنے لئے راحت اور دل کا آرام اور آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس نہیں کرے گی بلکہ وہ بچے



ایک کانٹا ہوں گے جو ہر وقت اس کے کلیجہ کو مچھلتی کرتے رہیں گے۔ پھر آگے سوامی جی ستیا رتھ پرکاش سوم اویشن صفحہ ۱۵۲ میں فرماتے ہیں۔

نیوگ ضرور اور ترقی الامکان	عورت بائج ہو تو آنکھوں برس اولاد ہو کر مر جائے
جس دی ہونا چاہیے	تو دسویں برس اور جب اولاد پیدا ہو اور لڑکی
	ہی ہوں۔ لڑکے نہ ہوں تو گیارہویں برس تک اور

جو بدکلام بولنے والی ہو۔ تو جلد ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ ایسے اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ اور اس بیاسہ خاوند کی وارث اولاد پیدا کرے۔ اس جگہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگر عورت بیمار ہو تو سوامی دیانند صاحب جو آریوں کے نزدیک ہندوستان کا بیڑا پار کرنے کے لئے آئے تھے یہ نہیں کہتے کہ اس عورت کا علاج کیا جاوے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کسی غیر عورت سے تعلق پیدا کر کے اولاد پیدا کی جاوے۔ پھر اگر عورت چڑچڑی ہو تو مرد کو یہ تعلیم اور سکشا نہیں دی جاتی کہ خاوند اپنی محبت اور بردباری سے عورت کی چڑچڑاہٹ پر غلبہ حاصل کرے بلکہ یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی غیر عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ سچان اندر عورت کی چڑچڑاہٹ کو دور کرنے کا کیسا عمدہ علاج ہے۔ کیا ایسی حالت میں مرد کا غیر عورت کے ساتھ نیوگ یا مرد و عورت والا محض تعلق پیدا کرنا یہ اس کے چڑچڑے پن کو اور زیادہ گرگیا یا کم۔ دیانند صاحب کا عورت کی چڑچڑاہٹ اور زباں مدازی کے دور کرنے کا یہ علاج قریب قریب ویسا جیسا کوئی آگ کو بجھانیکے لئے یہ کہہ دے کہ اپڑی کا تیل ڈالا جاوے۔

نیوگ کا رخیہ ہے	سوامی جی کے حکم کے سمجھنے میں مبادا کسی کو کچھ شبہ رہ جاوے اور
پاپ نہیں ہے	اسے فروغی مسئلہ سمجھ کر عمل کرنے سے پہلو تہی کرے تو اسکو متعلق
	سوامی جی ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔

سوال یہ کہ نیوگ کرنے میں پاپ معلوم ہوتا ہے جواب جو نیوگ کی بات ہیں کیا

مانتے ہو تو بیاہ میں پاپ کیوں نہیں مانتے پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے۔

نیوگ پر فی الفور عمل ہونا چاہیئے | سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش ۱۸۴۵ء صفحہ ۱۲۴

میں فرماتے ہیں "لوگ نیوگ پر فوراً عمل کرنا شروع

کر دیں۔ کیونکہ دونوں اسکے بدھوا لوگوں کو بہت دکھ ہوتا ہے۔ اور بڑا پاپ ہوتا ہے سنیار میں نیوگ پر عمل کرنے سے دکھ اور پاپ کبھی نہ ہوں گے۔" گویا سوامی صاحب نزدیک نیوگ کا کرنا ایک ضروری اور لازمی امر ہے ورنہ بغیر اسکے بدھوا لوگوں کو بڑی تکلیف ہوگی اور نیوگ ہی ایک ایسا اتم کرم یا کار خیر ہے جسکے کرنے سے پاپ دور ہو سکتے ہیں گویا سوامی صاحب نیوگ پر بہت ہی زور دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس بھارت و برص کے او دھار یا نجات کیلئے صرف ایک ہی راہ ہے اور اسی پر عمل کرنے سے چھوٹا دکھ دور ہو سکتا ہے اور ہندوستان پاپوں سے مکمل کر دیوتاؤں کا استھان ہو سکتا ہے یہ کہ نیوگ پر عمل کیا جائے۔ سوامی دیانند جی نیوگ پر کیوں اس قدر زور دے رہے ہیں۔ دیگر مذاہب والوں کے نزدیک تو تقویٰ طہارت اور عبادت الہی سے انسان گناہوں سے دور رہ سکتا ہے مگر سوامی دیانند صاحب کے نزدیک پاپوں سے دور رہنے کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ وہ کیا۔ کہ نیوگ پر فوراً عمل کیا جاوے۔

پھر سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۲۸ پر فرماتے ہیں۔

ایک عورت دس تک | ایک بیوہ عورت دو اولاد اپنے لیئے اور دو دیگر چار نیوگ  
اولاد پیدا کر کے | شدہ مردوں کے لیئے پیدا کر سکتی ہے اور ایک زنا و امردھی

دو اولاد اپنے لیئے اور دو دیگر چار بیوگان کے لیئے پیدا

کر سکتا ہے۔ ہر طرح سیکو دس دس اولاد پیدا کر سکی اجازت ہے۔" اب حیرانی اور تعجب

اس پر ہے کہ اگر نیوگ صرف اولاد کے لیئے تھا تو کیا ایک یا دو اولاد پیدا کرنے کے بعد تسلی

نہ ہوتی۔ کیا ایک یا دو بچوں پر اولاد کا لفظ عائد نہیں ہو سکتا جب تک دو نو یا تھو

کی انگلیوں کے برابر نیچے پیدا نہ ہوں تب تک کیا وجہ کہ نیوگ کی غرض پوری نہیں ہو سکتی

اگر نیوگ محض اولاد کیلئے ہے تو ایک یا دو بچوں پر کفایت کرنی چاہیئے تھی دس کی شرط

کیوں لگائی گئی۔ کیا کوئی آریہ دوست اس امر پر روشنی ڈالے گا۔

نیوگ اور شادی میں فرق | سوامی دیانند صاحب ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۱۲۵ میں لکھتے ہیں۔

اول بیاہ کرنے میں لڑکی اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر خاوند کے گھر جاتی ہے اور اس کا باپ سے زیادہ تعلق نہیں رہتا تو پھر بیاہ کرنا ہی نہیں چاہیے۔ (نور) مگر نیوگ کئی صورت میں عورت اس میں ملوث ہونے کے گھر میں رہتی ہے۔ (۲) اسی بیاہی عورت کے لڑکے اسی بیاہے خاوند کے وارث ہوتے ہیں مگر نیگتا عورت (جس سے نیوگ کیا ہو) کے لڑکے ویرج داتا کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اس کا گوت تر ہوتا ہے۔ اور نہ اس کا اختیار ان لوگوں پر رہتا ہے بلکہ منوفی خاوند کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ اسی کا گوت تر ہوتا ہے۔ اور اسی کی جائیداد کے وارث ہو کر اسی گھر میں رہتے ہیں۔ (۳) بیاہی عورت و مرد کو باہم خدمت و پرورش کرنی لازمی ہے۔ مگر نیوگت (نیوگ شدہ) عورت مرد کا اس قسم کا کوئی تعلق نہیں رہتا (۴) بیاہی عورت و مرد کا تعلق دواہ کی موت تک رہتا ہے۔ مگر نیوگ شدہ عورت مرد کا تعلق کاریہ کے بعد چھوٹ جاتا ہے۔ (۵) بیاہی عورت مرد باہم گھر کے کاموں کو سرانجام دینے میں کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور نیوگ شدہ عورت مرانے اپنے گھر کے کام کرتے ہیں +

اب جائے غور ہے کہ سوامی جی نے بیاہ اور نیوگ میں زیادہ سے زیادہ یہ فرق بتایا ہے کہ نیوگی خاوند اور نیوگن عورت سوائے تعلق مخصوص کے پھر کبھی کام نہیں آتے اور نہ ایک دوسرے کے غمگسار بن سکتے ہیں۔ ان کا تعلق صرف چند منٹ کیلئے ہے اسکے بعد نہ وہ اس کا واقف اور نہ وہ اس کا جان پہچان۔ یہ ایک تعجب اور حیرت کی بات ہے بجائے اسکے کہ مرد اور عورت کا عقد ہو کر تمام عمر کے لیے ایک دوسرے کے غمگسار اور بھی خواہ بجائیں یہ اچھا ہے یا یہ بہتر ہے کہ صرف وقت مقصر کیلئے ان کا حیوانوں کی طرح تعلق ہو جائے اور اسکے بعد نہ ایک کا دوسرا جان پہچان اور نہ وہ دوسرے سے واقف +

دریں حالات زندگی مرد و کمویا ضرورت ہے کہ وہ بیاہ کر کے تمام عمر کیلئے ایک عورت کا خج برداشت کریں۔ خدا را غور کرو! کہ اس طرح ایک مرد اور ایک عورت کا صرف ان کی ان کیلئے ہی ملاپ ہو اور بعد میں ایک دوسرے سے بیگانہ بننے سے تعلق سوشل لائف کے لئے کہاں تک مددگار اور اسکی ترقی کا باعث ہے۔ ناظرین کرام خود غور فرماویں۔ ایک طرف تو عقیدہ ہے کہ مرد و عورت بیاہ کر کے تمام عمر کیلئے ایک دوسرے کے غمگسار اور محرم بل بن جائیں اور دوسری طرف یہ عقیدہ ہے کہ وہ صرف چند منٹ کے لئے خاص تعلق پیدا کریں۔ بعد ازاں ایک دوسرے سے بیگانہ بن جائیں۔ بتلاؤ ایک عورت کو ضرورت ہے اپنی لئے ایک دائمی غمگسار اور سہارو کی۔ تاکہ اسکی تمام عمر آرام سے گزرے کیونکہ بیاہ کر نیکا مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقیقی غمگسار اور خیر خواہ بن کر اپنی زندگی کو آرام سے گزاریں مگر سوامی جی عورت کی خیر خواہی اسی میں پاتے ہیں بجائے اسکے کہ وہ اپنے لئے ایک دائمی خیر خواہ اور غمگسار تلاش کرے صرف چند منٹ کے لئے میاں بیوی کے تعلق مخصوص کے واسطے کسی کو اپنا ویرج داتا بنا دے۔

پیارو ایک عورت کو ضرورت ہے ایسے غمگسار کی جو اسکے اڑے وقت میں اسکے گوارہ اور نان و نفقہ کا متکفل ہو۔ ایک بیوہ کو ضرورت ہے ایسے شخص کی جو اسکی بھاری اور دکھ وغیرہ میں اسکا حامی و مددگار بنے۔ خدا را بتلاؤ۔ آریہ سماج اسکے لئے کیا علاج بتاتی ہے۔ وہ دھرم جو بجائے اسکے کہ عورت کے لئے دائمی غمگسار اور خیر خواہ دیکو چند منٹ کیلئے ایک ایسا ویرج داتا دیتا ہے جو عارضی وقت جسکی میعاد زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ ہوگی۔ میاں بیوی کے تعلق مخصوصہ پر پورا پورا قبضہ رکھتا ہے مگر بعد اسکے وہ اسکی کسی خیر خواہی اور بہتری کا رد و انہیں ہے۔ خدا را بتلاؤ کہ کیا ایسا دھرم عالمگیر ہو سکتا ہے۔ آؤ اب ذرا اور دیکھیں کہ کیا نیوگ صرف اولاد کیلئے ہی جائز اور روا ہے کیونکہ سوامی دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایسا پاک و پو تر فعل ہے جو من سنگ کی یادگار ہے اور اولاد کے حصول کے لئے سوامی جی نے بہت کچھ

ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ سوامی جی اپنے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۲ پر فرماتے ہیں۔

عالی حوصلہ خاوند اپنی جب خاوند اولاد پیدا کر نیکیے ناقابل ہو۔ تب وہ اپنی عورت کو اجازت عورت کے نیوگ کرائے دے کہ اسے نیکی تحت اولاد کی خواہش کر نیوالی عورت مجھ سے علاؤ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہیں ہو سکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے لیکن اس سے یہاں سے عالی حوصلہ خاوند اس عالی حوصلگی کی بھی کوئی حد ہے۔ نوز کی خدمت میں کمر بستہ رہے۔ ایسے عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنس کر اولاد پیدا کر نیکیے ناقابل ہو۔ تب اپنے خاوند کو اجازت دے کہ اسے مالک آپ اولاد کی امید مجھ سے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کیجئے۔ اس اقتباس سے یہ امر حقائق ظاہر ہوتا ہے کہ نیوگ صرف حصول اولاد کیلئے ہی روا رکھا جاتا ہے نہ کہ یہ ست

نیوگ کی ایک نشانی ہے +

اولاد کیلئے نہیں شہوت کے لئے بھی نیوگ کرو | کیا سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں اس حصول اولاد کیلئے ہی نیوگ کو روا رکھا

ہے۔ سو یہ خیال لیکر جب ہم ستیارتھ پرکاش کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اس کے صفحہ ۱۵۴ تیسرے اڈیشن میں یہ لکھا پاتے ہیں۔

سوال جب ایک بیاہ ہوگا۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کیلئے ایک مرد ہوگا اس عرصہ میں عورت حاملہ رہے اور ایسا مرد ایسا عورت ہو جاوے اور وہ تو کا عالم شباب ہو اور رہا بجائے تو پھر کیا کریں۔ جواب اسکا جواب نیوگ کے مضمون میں دئے ہیں مگر حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کر نیکیے عرصہ میں مرد سے یا د ائم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کریں۔ "اسجگہ صریح شہوت رانی کیلئے نیوگ کی اجازت دی گئی ہے حالانکہ نیوگ کر نیوالے میں چرچہ داتا کی عورت حاملہ ہے نہ کہ اولاد سے وہ مستغنی ہے پھر شخص شہوت رانی کیلئے مرید عورت کو نیوگ کی اجازت دینا پر لے درجہ کا معیوب فعل ہے۔ بجائے اسلئے کہ ایسے مرد یا عورت کو جو شہوت کے ماتحتوں کسی غیر سے تعلق پیدا کر نیکیے خواہاں

ہوں انہیں ڈانٹ بتلائی جائے اور انہیں سختی سے شہوت رانی کے فعل سے منع کیا جائے اور خواہشات نفسانی پر قابو پانے کے لیے اُسے پوری ہدایت کی جائے۔ کیونکہ ایک اچھے اور عمدہ دھرم یا مذہب کی جو انسان کو باخدا بنانا چاہے۔ اسکی یہی نشانی ہے کہ انسانوں کو خواہشات نفسانی پر قابو پانے کی ہدایت کرے اور اپنے پیروں کے قلوب میں تقدیر پاکیزگی اور طہارت پیدا کر دے کہ وہ اپنے تقویٰ اور طہارت کے ذریعہ خواہشات نفسانی کے بھوت کو کچل ڈالیں۔ کیونکہ کسی مذہب یا دھرم کی یہ ایک بھاری غرض ہونی چاہیے کہ وہ اپنے پیروں کو نفسانی خواہشات کی دلدل سے نکال کر پاکیزگی اور تقدس اور طہارت کے باغچہ میں لاکھڑا کرے مگر آریہ دھرم بجائے اسکے کہ ایسے اسیر حرم ہوا کو ڈانٹ بتلائے کہ تم اپنے نفس پر قابو پاؤ۔ اَللّٰہ اُسے یہ تعلیم دیکھاتی ہے کہ اگر تم سے رہنا نہ جائے تو تم اس خواہش نفسانی کے سیری کے لیے نیوگ کرو۔ پیار و خدار! غور کرو کیا ایسا دھرم غیور انسانوں کی کشش کا موجب ہو سکتا ہے۔

انسان کی پیدائش کی علت اچھا آریہ صاحبان کی طرف سے عموماً یہ بھی کہا جاتا ہے غامی صرف نیوگ کرنا ہے کہ نیوگ ایک آپت کال یعنی اضطراری حالت کیلئے ہے۔ آؤ ہم اسکے متعلق بھی ستیارتھ پرکاش کی

اوراق گردانی کریں کہ ستیارتھ پرکاش اسکے متعلق ہماری کس طرف رہنمائی کرتا ہے۔ سو ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۸۱۴۔ اڈیشن سوم میں یہ لکھا ہے۔

”عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہے کہ وہ وید کے حکم کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کریں۔“ اب سچکے سوامی دیانند صاحب نے انسانی زندگی کی علت غامی یہ بتلائی ہے کہ وہ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ پیار و غلت غامی اور اور اضطراری حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علت غامی وہ چیز ہے کہ جبکا کرنا از بس ضروری اور لازمی اور لا بدی ہے اور اضطراری حالت وہ ہے کہ مجبوراً قدر درویش برہان درویش کسی چیز کو کیا جاوے۔ اب ہر دو کے حالات میں درویش کا فرق ہے۔ سوامی دیانند صاحب نیوگ کو اضطراری حالت کا فعل نہیں بتاتے۔



بلکہ اسے انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں۔ اور مذاہب والوں کے نزدیک تو انسانی زندگی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کو پاؤں تلے روندنا ہو، تقویٰ اور طہارت کی طرف قدم مارے مگر دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ نیوگ کر کے بچے پیدا کرے۔ اب ہر دو حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ فعل جسے سوامی دیانند صاحب انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں۔ قانون اس فعل کو کس رنگ میں لیتا ہے +

## مسئلہ نیوگ اور قانون

مسئلہ نیوگ کے متعلق اگرچہ ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قانون وقت کی پوزیشن نیوگ کے بارے میں کیا ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں پر کتاب خالصہ نتھہ کی حقیقت کے مقدمہ میں فیصلہ خان بہادر مولوی فضل متین صاحب پشیل مجسٹریٹ عدالت ضلع برنالہ نے ۱۷ اپریل ۱۹۱۵ء کو دیا ہے۔ اس کے فیصلہ کا ضروری حصہ درج کر دیا جاوے۔ اور وہ یہ ہے سوامی دیانند نے نیوگ کے مسئلہ کو خود چھیڑ دیا۔ بلکہ اپنی ستیارتھ پرکاش میں اسکی تلقین و تعلیم کی اس کتاب میں کہ نیوگ صرف دو بچوں (اعلیٰ ذات) کے لئے ہے۔ شودروں کے لئے نہیں۔

شرائط نیوگ یہ ہیں کہ۔ اگر شوہر نامرد ہو۔ یا دائم المریض یا سنیا سی ہو گیا ہو یا کسی اور طرح اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو۔ مثلاً یعنی ناموافقت قواء بچہ کشی..... تو ایسے شوہر کی عورت اپنے خاوند یا بزرگان خاندان سے اجازت لیکر اولاد پیدا کرنے کی غرض سے نیوگ کر سکتی ہے۔ نیوگ کتھہ مرد کا اس عورت سے بجز نیوگ و بچہ کشی کوئی اور تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ وہ اولاد کی پرورش

کا کسی طرح ذمہ وار ہوگا۔ اور نہ نان نفقہ کا۔ اس اولاد کا جو نیوگ سے وجود میں آتی ہے۔ سلسلہ نسب کا کوئی علاقہ اصلی باپ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس شخص کے سلسلہ نسب میں منسلک ہوتی ہے جسکی عورت نے نیوگ کیا ہے۔ نیوگ اپنے ورن یا اپنے سے اعلیٰ ورن میں ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک کھترانی ایک کھتری یا برہمن سے نیوگ کر سکتی ہے۔ مگر ویش سے نہیں۔ اسی طرح بیوہ عورت کو بھی اپنے شوہر کے مرنیکے بعد نیوگ کی اولاد پیدا کر نیکے بیٹے اجازت ہے۔ اور وہ اولاد اس کے شوہر مردہ کی خیال کی جائے گی۔ نہ نیوگ کر نیوالے کی۔ کیونکہ اولاد کا پیدا کرنا بہر حال وید کے رو سے ایک مقدم اور مقدس فرض ہے۔ خواہ مرد کرے یا عورت۔ زوجہ حاملہ سے بحالت حمل تعلق کرنا حرام بتایا گیا ہے۔ اگر عالم شباب ہو اور مرد ضبط نہ کرے تو نیوگ کر کے اسکو گزارہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی جوان آدمی کی عورت شادی کے بعد مرجائے تو وہ دوسری شادی ہرگز نہیں کر سکتا اسکو نیوگ سے کام لینا چاہیئے۔ اور اولاد بھی بذریعہ نیوگ پیدا کرتی لازم ہے نہ شادی کر کے ہم لوگ زبان سنسکرت سے محض ناواقف ہیں۔ اور ویدوں کے زمانہ میں جبکہ آریہ حملہ آور ہندوستان کے اصلی باشندوں سے جنگ و جدل میں مصروف تھے۔ اولاد کا پیدا کرنا ایک ایسا ضروری مقدس فرض خیال کیا جاتا تھا جسکے مقابلہ میں عورت کی غیرت و جیا بھی پیچ تھی۔ مگر اس کلجگ کے زمانہ میں یہ خیالات ایسے ہیں۔ کہ غیر مذاہب کا تو ذکر ہی کیا خود ہندو صاحبان .... جو سناٹا دھرم کے پیرو ہیں۔ اسکو حد سے زیادہ عزت و غیرت۔ جیا و شرم کے خلاف خیال کرتے۔ چنانچہ پنڈت سری کشن داس مہاراج نے اپنے بیان میں بحوالہ منو سمرتی نیوگ کو پیشو دھرم یعنی افعال بہائم بتلایا ہے \*

”نیوگ ایک ایسی مخرب اخلاق اور جیا کش حرکت ہے۔ جسکو یہ محض اسلام کرچن۔ اور ہندو۔ سناٹن دھرم وغیرہ مذاہب عالم نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ بذات خود اسقدر خلاف تہذیب و مخالف فطرت ہے کہ اسکی دوسری

مثال بقول گواناں صفائی بھی مہا بھارت کے بعد اگر ملتی ہے۔ تو صرف خالص  
نیچہ کی حقیقت میں ہی اسکا وجود پایا جاتا ہے

پھر جیسا کہ کل مذاہب والے اسکو ناپاک گندہ اور فعل بد تصور کرتے ہیں ہم کو  
مجبوراً تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ درحقیقت وہ ایسا ہی ہے۔ ورنہ اس ملک میں کوئی  
وجہ اسکی معدوم ہو جانے کی نہ تھی۔ جبکہ کروڑوں لوگ یہاں ویدوں کے الہامی  
ہونے پر اعتقاد رکھنے والے موجود ہیں۔ خوش قسمتی سے ایک فیصلہ خان بہادر  
مولوی انعام علی صاحب سشن جج ریٹائرڈ کا ہماری نظر سے گزرا اب اس مقدمہ میں  
مہر چند ساکن پشاور آریہ سماجی مستغنیٹ تھا اور زیر دفعات ۵۰۰ و ۵۰۲ و ۵۰۳  
تقریرات ہند بر خلاف پرہیو اور جیون ل استغاثہ کیا گیا تھا مولوی صاحب موصوف  
اس وقت پشاور کے ضلع میں فسط کلاس مجسٹریٹ تھے جب یہ مقدمہ ان کے اجلاس میں  
پیش ہوا اس میں بھی نیوگ کے مسئلہ کو خلاف اخلاق و حیا قرار دیا۔ اور تعلیم نیوگ  
کو تعلقین زنا تصور کر کے استغاثہ کو خارج فرمایا (دیکھو مقدمہ مملکت ۱۹۹۱ء) اسکی  
نگرانی سرکلارک صاحب بہادر کے اجلاس میں مستغنیٹ نے ڈاکٹر کی۔ جو اس زمانہ میں پشاور  
کے سشن جج تھے۔ صاحب موصوف نے بھی نگرانی کو نامنظور فرمایا۔ اور زیب رقم کیا  
کہ سوامی دیانند جی کے بعض اصول ہیں کہ سناتن دھرم ہندو اور اکثر مذہبوں کے اخلاقی  
احساس کے برخلاف سخت گناہ ہیں۔ اور بذات خود کتاب ستیا رتھ پرکاش کے حصہ جات  
شرم سوز ہیں۔ اور بہت سخت اور ناملائم الفاظ میں انپر نکتہ چینی روا اور جائز ہے۔  
اس حکم کی ناراضی سے چیف کورٹ میں نگرانی ہوئی اور..... صاحب بہادر جج تھے اسکو  
باتفاق رائے عدالتہا رنا سخت۔ نامنظور فرمایا۔ دیکھو فیصلہ چیف کورٹ پنجاب  
جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ مقدمہ مملکت ۱۹۹۲ء ان فیصلہ جات کی مصدقہ کاپیاں ہمارے  
روبرود موجود ہیں۔ اس مقدمہ کے حالات پڑھنا کہ نیکے بعد یہ امر یا یہ یقین کو پہنچ جاتا  
ہے کہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف ادیان و فرقے ہی اسکو بیکاری و ناپاکی تصور  
کرتے ہیں بلکہ عدالتہا قانونی بھی اسکو ایسا ہی سمجھتی ہیں

۔۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں نیوگ کے متعلق بالاختصار مگر کافی طور پر لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک نہایت نثر مناک اور خلاف تہذیب مسئلہ ہے اور کسی شخص کو اولاد نیوگ کہنا ایسا ہی معیوب ہے جیسا کہ ولد الزنا بتانا ہے۔

## ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم

عام طور پر آریہ صاحب قرآن مجید کے لمنے والوں پر یہ الزام نہایت سختی سے لگایا کرتے ہیں کہ قرآن مجید سخت خوشخواری اور سفاکی کی تعلیم دیتا ہے اور اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ اسکے مقابلہ میں آریہ مذہب اور وید مقدس میں نہایت ہی رحمدلی کی تعلیم ہے۔ ”اہنسا پر مود پرما“ یہ ویدک تعلیم کا مانو ہے وغیرہ وغیرہ۔

یاد رکھو قرآن مجید میں صرف انہیں لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے جو خود لڑائی میں پہل کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی قرآن مجید یہ تاکید کرتا ہے کہ لڑائی میں صدمے نہ بڑھو کیونکہ صدمے بڑھنے والی ظالم ہوتے ہیں اور انڈیا مونکوں کو پسند نہیں کرتا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ  
وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ  
مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تَقَاتِلُواهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فَإِنْ قَاتَلُوا  
فَأَقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا  
عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى  
أَنْ تَكُونَ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَقَاتِلُوهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (بقرہ)

جو لوگ تم سے لڑتے ہیں اس کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو بے شک ظالم لوگ خدا کو نہیں بھاتے

در لڑائی کے وقت، جہاں انکو پاؤ لڑو۔ اور جہاں سے (تمھارے گھروں) سے انھوں نے تمکو نکالا ہے انکو نکال دو فتنہ و فساد قتل قتال سے بھی بڑا ہے۔ اور مسجد الحرام (کعبہ) کے قریب جب وہ خود نہ چھٹیں نم نہ لڑیو۔ پس اگر وہ شروع کریں تو بیشک مارو اسی طرح کا فوٹو نکال دے اگر باز آجائیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ ان سے نہ لڑو تاکہ فتنہ نہ رہے اور کئی قانون خداوندی ہو جاوے۔ اگر لڑنے سے باز آجاویں تو مجیز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ رفع شرکا تختیں حکم ہوا ہے اور تم اسکو ناپسند کرتے ہو (تمھاری سمجھ سے) عجب نہیں کہ تم ایسی چیز کو بھی جو واقع میں تمھیں مفید ہونا پسند کرنے لگو اور مضمر کام کو بھلا سمجھ لو خدا خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اسکی راہ میں لڑو اور جانو کہ خدا سنا اور جانتا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ذرا تعلیم وید ملاحظہ ہو کہ وہ دنیا میں کس قدر جدال و قتال اور سفاکی کو رو کر کھتی ہے کہ جسکا تصور کرتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ پڑھ کر ایک آدمی شمشدر رہ جاتا ہے کہ کیا یہ انکی کتابوں کی تعلیم ہے جو ”اٹھنسا پر مو دھرم“ کی گردان کرتے ہوئے تھکتے نہیں اور انکی یہ ربانی قیل و قال اور عملی رنگ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانے اور کی مشہور ضرب المثل یہاں ٹھیک بیٹھتی ہے۔ ”اے راج پُرش! آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ و جلال والے پرش! وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اسکو اٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلا میں دیجروید ۱۲۔

اے تیج دھاری و دوان پرش! آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور انکو اپنی تمام طاقت سے ماریں، دیجروید ۱۳۔ جس ابزارساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اسکو ہم شروعیہ کے منہ میں ڈالیں۔ دیجروید ۱۴۔ ”جس دُشٹ سے ہم لوگ ویش کریں یا جو دُشٹ ہم سے ویش کرے ہم اسکو ہواؤں سے ہلا کریں“ دیجروید ۱۵۔ ”ہم لوگ جس دُشٹ سے ویش کریں یا جو ہم سے ویش کرے

اسکو ہم لوگ خوشخوار جانوروں کے منہ میں ڈالیں" (بجروید ۱۱) جسے ہم لوگ لغت کرتے ہیں یا کہ ہم بلاضرت کرتے ہیں یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں انکو ہم ان ہواؤں کے منہ میں ڈال کر اسطرح دکھ دیں جسطرح آبی کے منہ میں جو "بجروید ۱۵-۱۶" اسے طاقتور اور روشن ضمیر عالم انسان! جس طرح ہم لوگ روزکھوٹے سو بھاؤ والوں کے گھاؤ نکواگ کی مانند مارنے والے بظہر خوبصورت و روان کو سب طرح سے جکڑو۔ اور اسکو زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو" (بجروید ۱۵-۱۶) نئے ڈشٹ انسان! تو کبھی بھی ہدایت کی روشنی حاصل نہ کر سکے تیرا آئندہ دینے والا علم کارس پہنچے کبھی بھی آئندہ نہ دے" (بجروید ۱۶) اے انسان!... جسطرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جائے اسی قسم کے کاموں کو کر کے سداہی راحت سے زندگی بسر کر" (بجروید ۱۷)

(۱) ہے پرامتن!.... میں بدکردار یا دشمنوں کی ہلاکت کے لیے... آپ کو اپنے دل میں قائم کرنا ہوں۔ (بجروید ۱۸) (۲) ہے پرمشور!.... میں دشمنوں کی ہلاکت کے لیے آپکو تیار بنا رہا ہوں دل میں قائم کرتا ہوں۔ (بجروید ۱۹) مجھ کو چاہئے کہ کوشش کر کے بدکردار اور بد اطوار انسان کی یقیناً بجکنی کروں۔ اور جو دان وغیرہ دھرم سے خالی ظالم بدکردار دشمن ہیں انکی صریحاً بجکتی کروں" (بجروید ۲۰) ہے پرامتن! آپ کی کراپا سے ہم لوگوں کے لیے پانی اور اناج وغیرہ نہات سرٹ ستر دوست) کی مانند ہوں۔ اور جو ہم لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے یا جس سے ہم لوگ دشمنی کرتے ہیں۔ اس کے لئے جل اور اناج وغیرہ سب کے سب دکھ دینے والے دشمن کی مانند ہوں" (بجروید ۲۱) آریہ یہے ونی سبھا صغہ اوہ پر دیانند صاحب فرماتے ہیں جن لوگوں نے برا بھلا اور گھڑست دان یا سنیاس وغیرہ نہ رکھا ہو یعنی جنہوں نے بخیر اور متاہل اور فقیری کو درجہ بدرجہ قبول کیا ہو ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں یا ہمارے غلام ہو کر رہیں یا ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ پھر آئے۔ سوامی صاحب آگے آریہ یہے ونی سبھا کے چپے اڈیشن کے ملک پر لکھتے ہیں۔ جو ہم سے محبت نہیں کرتا یا ہم سے دشمنی کرتا ہے اور جس پانی سے ہم دشمنی کرتے ہیں اسے انصاف کرنا اسے پرمشور۔ اس کے لئے پانی۔ علم۔ دوائی سب ناموافق اور دکھ پہنچا نیوالے ہی ہوں" ستیا رتھ پرکاش تیسرا اڈیشن دوسرا سمولاس ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔ "جو دیدوں اور دید کو مطابق کرنا ہونکو نہیں مانتا اور ان کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے دہرہ کو زات اور قطار اور ملک کے باہر نکال دینا چاہیئے"

جس طرح میں دیکھتی گردن کاٹتا ہوں ویسے توہمی کاٹ (بجروید ۲۲) جو ڈشٹ ہم لوگوں سے مخالفت کرتا ہے یا جس ڈشٹ سے ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ علم اس بدکردار دشمن کو مختلف رنگوں

درا کر کریں۔ اسی طرح توہم کو حار کر۔ (بجروید ۲۳) اے راجہ! جس طرح مخالفت کرنا اے عالم کا بڑا شکار سکھو دینو دلے ایک ویرو پدارتھ کو حاصل کر کے ویدوں کے علم کا جائز والا ہو کر دشمنوں کو ماریں اور دشمنوں کے گائے کو تباہ کر کے آپ کے جاہ و شہرت کو دوبالا کرنا ہے اسی طرح ویرو دوان لوگ بھی آپ کو دیا اور پونے سے تر تری دیں" (بجروید ۲۴) اے سید عالم! اسی بڑی جنگ میں

## کیا آئین وید الہامی ہیں؟

آریہ سماج کا یہ دعویٰ ہے کہ وید الہامی ہیں حالانکہ جب ہم ویدوں کی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وید الہامی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک عام کتاب ہے۔ یہ ہماری ہی رائے نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء و فضلا بھی بعد از تحقیق اور تدقیق اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

گو سائیں تلسی جی مہاراج مصنف ریائن۔ ریائن کاٹھ میں فرماتے ہیں۔ ۵

**ویدوں کے متعلق مصنف ریائن کی گواہی**

چرت سندھ گر جار من وید نہ پاویں بار  
بروز تلسی داس کم ات مت مند گوار

گو سائیں تلسی داس جو ہندو مذہب کے ایک بڑے عالم گذرے ہیں جن کی بنائی ہوئی کتاب ریائن کی ہندو مندروں میں صبح شام کتھا ہوا کرتی ہے۔ ایسا زیروست عالم و رصوفی ویدوں کے متعلق کہتا ہے کہ اور تو اور شوجی اور پاربتی تک ملی تعریف نہ تو وید کر نہیں سکتے۔ الہامی کہنا تو رہا الگ۔ اب وہ کتاب جو کسی ہماریش کی تعریف نہیں کر سکتی اس کی حقیقت بخیا رہ جاتی ہے۔ ابھی اسی پر بس نہیں ذرا آگے اور ملاحظہ فرمائیے:-

شری کرشن جی مہاراج

شری کرشن جی مہاراج اپنی مشہور و معروف تصنیف گیتا میں ارجن کو مخاطب کر کے یہ اُپدیش دیتے ہیں۔ کہ سارجن تینوں ویدوں کو تپاگ کر کے میری طرف آجالیو۔

تینوں ویدوں کی تعلیم جو تمہارا ستوا اور جوگنوں سے پیدا ہوتی ہے اور میں اس



سے بلند ہوں۔ اب ہندو مذہب کے ایک زبردست ستون جسے سبناستی  
 خدا کا اقرار مانتے ہیں اسکی شہادت ویدوں کے متعلق ملاحظہ ہو۔ اب رابائن  
 اور گیتا کی شہادت محض دعویٰ نہیں بلکہ اپنے اندر الگ الگ دلائل رکھتی ہیں  
 اول تو یہ ہر دو بزرگان یعنی گوسائیں تلسی داس اور شری کرشن جی مہاراج ہندو  
 مذہب کے بڑے زبردست ستون ہیں ان کی زبان ہی قانون اور دلیل ہے۔ مگر  
 یہ نہیں یہ اپنے اقوال کے ساتھ دلائل بھی لاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ گوسائیں  
 تلسی داس کے نزدیک تو اور وید شوجی اور پاربتی کی تعریف بھی نہیں کر سکتے  
 ہندیا یہ مہمل ہیں۔ دوم شری کرشن جی مہاراج فرماتے ہیں کہ وید تو رجواؤں، نمو  
 اور ستونگوں کی پر پٹے ہوئے ہیں اور میں ان سے بلند ہوں اسلئے تو انکو چھوڑ  
 کر میرے پاس آ جا۔ تیسرے کرشن جی مہاراج کا یہ دعویٰ نہیں بلکہ جو نمو  
 اور ستونگوں کے ترک کرنے کے لئے زبردست اپیل کی گئی ہے ابھی  
 اسی پر بس نہیں آگے اور ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر گوکل چند صاحب نورنگ ایم ایے  
 ایک راسخ الاعتقاد آریہ ہیں انہوں  
 نے نومبر ۱۹۱۲ء کے لائل گزٹ میں  
 شری گورو نانک دیو جی مہاراج

ویدوں کے متعلق ہندوؤں کے  
 ایک اہم بلند پایہ بزرگ کی گواہی

کے متعلق ایسا مضمون لکھا تھا جس میں وہ کہتے ہیں کہ شنکراچاریہ کے بعد  
 جس قدر ہاربان مذہب اس ملک میں ہو گزرے ہیں ان میں سب سے بلند پایہ  
 گرو نانک صاحب کا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قدر بلند پایہ کے بزرگ  
 کی گواہی ویدوں کے متعلق کیا ہے۔ سو اس کے لئے شری گورو نانک دیو جی

مہاراج فرماتے ہیں  
 پڑھ پڑھ پڑھ پڑھ منی تھکے ویدوں کا ابھیاس  
 ہر نام بیت نہ آوے نہ نہج گھر ہوئے واس

یعنے بڑے بڑے رشی اور مہی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تنگ گئے یا ہار کر رہ گئے نہ تو انہیں ویدوں کے مطالعہ سے معرفت حاصل ہوئی اور نہ موکش یعنی مکتی اب اس سے بڑھ کر اور کونسی زبردست شہادت ہو سکتی ہے ؟ اور ان شہادتوں کے سامنے چون و چرا کی گنجائش ہی کیا رہ جاتی ہے۔

چار واک کا عالم اجل برہمپتی جو سنسکرت کا ایک زبردست عالم تھا وہ ویدوں کے متعلق کہتا ہے۔  
وید کے بنانیوں سے بھانڈ دھورتا اور زناچر یعنی راکشس یہ تین ہیں پر پھری تر پھری وغیرہ پندتوں

برہمپتی کی گواہی  
ویدوں کے متعلق

کی مکر کی باتیں ہیں دیکھو دھورتوں کی کاروائی کے گھوڑے کے ... لو عورت پکڑے بھان کی عورت کا اس کے ساتھ ... کروانا اور لو کی سے ٹھٹھا کرنا وغیرہ جو لکھا ہے وہ دھورتوں کے سوائے اور کسی کا کام نہیں بلکہ ستیا رتھ سمولاس (۱۲)

آپ نے گوسائیں کسی داس کی شہادت بھی ملاحظہ فرمائی اور شری کرشن جی مہاراج کی شہادت بھی اور شری گورو نانک دیو جی مہاراج کی گواہی ہے۔ اب چار واک والوں کی شہادت بھی قابل غور ہے۔ شاید بعض یہ کہیں گے کہ برہمپتی کی گواہی ہمیں قبول نہیں۔ مگر اس سے کسی کو انکار نہیں ہو گا۔ اور نہ ہونا چاہیئے۔ وہ ہندو مذہب کے ایک بڑے زبردست فرقے کا عالم بے بدل ہے۔ اس سے بھی غالباً کسی کو انکار نہیں ہو گا اور نہ ہونا چاہیئے کہ برہمپتی سنسکرت کا عالم ہیں تھا اس کی رائے ویدوں کے متعلق ہماری کسی حاشیہ آرائی کی محتاج نہیں ہے یہ وہ باتیں ہیں جیہ پر ہم سب کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے :-

اب ہم سوامی دیانند جی مہاراج کے وید پریش  
ویدوں میں ملاوٹ پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں کہ آیا سوامی

دیانتد صاحب کا وید بھاش ویدوں کی کیا عظمت لوگوں کے سامنے رکھتا ہے بجز وید ادھیائے ۱۲ منتر ۴ کا ترجمہ تیری سوامی دیانتد جھکا یہ کرتے ہیں :-  
 "اے ودوان تو نیک اوصاف سے موصوف ہے تو مہاتما ہے تو  
 گیانی کرم کا نڈ اور اوپاسک ہے دکھ کو دور کر نیوالا اور گاتیری  
 سے ودھان کیا ہوا گیان تیرے تیر ہیں دکھ مدگ سے باہر کرنے  
 والا کرم اور اپنا تمہارے دونوں پہلو ہیں۔ رگ وید تمہاری آتما  
 ہے اتھروید کے منتر تمہارے ناک ہیں۔ یجروید کے منتر تمہارے  
 نام ہیں۔ سام وید تمہارا رحم ہے گرن کرتے اور کہنے یوگ دیو ہارون  
 کے یوگ دام دیورشی کے جانے وپڑھائے تیسرے سام وید  
 اس کا شیر ہے"

اسجگہ سوامی دیانتد نے اپنے وید بھاش میں "دام دیورشی" کا لفظ لا کر ویدوں  
 کی قدامت کا بھانڈا بھوڑ دیا اب صاف ظاہر ہے کہ ویدوں کا انزال  
 دام دیورشی کے بعد ہوا لہذا قدامت زری اور یا یہ بات آپ کو تسلیم کرنی  
 پڑے گی کہ ایسا تو نہیں۔ مگر دام دیورشی کا نام بعد کی ملاوٹ ہے اگر ایسا  
 بھی مان لیا جائے تو بھی وید اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکتے دونوں  
 طرح ویدوں کی حقیقت ظاہر ہے۔ اگر ویدوں کا الہام دام دیورشی  
 بعد مانا جائے تو بھی ویدوں کی قدامت جاتی رہے اور اگر دام دیورشی  
 کے لفظ کو ویدوں میں بعد کی ملاوٹ مانا جائے تو بھی وید اپنے معیار سے  
 گر گئے اور جس دنائے خالص الہامی ہونے پر ہی اشتباہ ہو گیا وہ کہاں  
 تک اوروں کے لئے سدھار کا موجب بن سکتی۔ یہ اسے ہر ایک بہتر سمجھ  
 سکتا ہے۔

## آریہ سماج کے ممیروکی حالت

وید و مکواہامی نہ ماننے والے  
آریہ سماج کے لیڈر

سوامی شر دھانند بیوت لالہ منشی  
رام صاحب ستیہ دھرم پرچارک  
مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں لکھتے ہیں کہ  
مجھ سوال آپ کے روبرو پیش کیا ہے

ہے وہ گوشت خوری کے سوال سے کئی درجہ بڑھ کر ہے کیا ناستک  
یعنے ویدوں کو ایشور کرت نہ ماننے والے آریہ سماج کے لیڈر  
اور بڑے بڑے ادھیکاری ہو سکتے ہیں۔ ایک ادھیکاری ہماشہ  
سے کچھ عرصہ ہوا میں دریافت کیا کہ آپ ویدوں کو ایشور کرت  
مانتے ہیں جواب دیا جیسا دس اصولوں میں لکھا ہے۔ ویسا  
مانتا ہوں دیگر وید ایشور کرت ہیں ایسا مطلب ہے یا نہیں اگر ہے  
تو سوال کا جواب ہاں ہونا چاہیئے اور اگر صورت دوم ہے تو  
سوال نفی اکثر اصحاب کو سیدھا ہاں یا نہ کرنے میں تامل ہوتا ہے  
عموماً اس قسم کے جواب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مجھ کو ملا ہے  
آپ سے سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو کبھی خیال تک نہیں گذرا کہ اصولوں میں  
لفظ کرت نہ ہو نیسے کچھ اور بھی اسکا مطلب ہو سکتا ہے۔ جہاں  
تاکہ سوامی جی کا ذاتی یقین اس کے بارے میں ہے وہ کسی سے  
پوشیدہ نہیں۔ سوامی جی لکھتے ہیں کہ چار ویدوں کو دھرم بکت  
ایشور پر منت سنگھتا منتری بھاگ کو ہی نہ بھرا انت سوت پرمان  
مانتا ہوں۔ چونکہ سوامی جی نے ان نبیوں کا پرچار اپنی زندگی میں  
کیا۔ اس سے اسکا مطلب سوامی جی کے سچے ساتھوں کے

برخلاف نہیں ہو سکتا۔ پس جو پریش اس سوال کا جواب یہ نہ  
 دیں کہ ہاں میں ویدوں کو ایشور کرت مانتا ہوں ضرور اصولوں  
 کے کچھ اور ارتھ کرتے ہیں اور وید کو انہیں ایشور کرت مانتے  
 میں تامل ہے ویدوں کو ایشور کرت نہ مانتے والے ناستک  
 ہیں جب ایسے مہاشے سماج کے بڑے ممبر اور ادھیکاری ہو تو  
 ہیں تو کس کا مقدر۔ کہ مانس بھکشن نا جائز ٹھہرائے وید  
 آریہ سماج کی بنیاد ہے جب ویدوں کو ہی اڑا دیا تو مول کی عدم  
 موجودگی میں شاخ پتے کہاں رہ سکتے ہیں۔ ایسا مانتے والے  
 ایک نہیں بلکہ اغلب ہے کہ ہر شے ہوں۔

اب یہ ست دھرم پر چارک گور وکل کانگڑامی کا اقتباس میری کسی حاشیہ  
 آرائی کا محتاج نہیں۔ یہ آریہ سماج کے سوامی شردھانند بہت لالہ منشی رام  
 کا لکھا ہوا ہے۔ ان کے قول کے مطابق معمولی آدمی نہیں بلکہ آریہ سماج  
 کے ادھیکاری اور بیڈر ویدوں کو الہامی نہیں مانتے۔ اب وہ وید جو آریہ  
 سماج کے بیڈروں کی ہی تسلی نہیں کر سکے وہ اور ووں کے لئے کہاں تک  
 تسلی کا موجب بن سکتے ہیں اسے کسی اور کی نسبت جناب سوامی شردھانند  
 صاحب خود بہتر سمجھتے ہیں۔

مزید شہادت کے لئے اب ایک اور  
 شہادت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آریہ سماج میں بڑے بڑے تعلیم پر  
 فخر کرنے والے لوگ ایسے موجود ہیں کہ جو حقیقت

وہ نہ خود ایشور کو مانتے

ہیں اور نہ ویدوں کو

میں نہ کسی ایشور کو مانتے ہیں اور نہ ویدوں کو۔ چنانچہ ستیہ دھرم پر چارک کے  
 ایڈیٹر لالہ منشی رام صاحب حال سوامی شردھانند اپنے ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کے  
 پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

و ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنے والوں سے واقف ہیں جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ ویدوں پر بیوقوف یقین کرتے ہیں۔ اور دونوں یعنی عالموں کے لئے کوئی چیز نہیں۔ ویدوں کا ماننا عام لوگوں کے لئے ہے۔ مگر ہم تو آریہ سماج کو کام کرنے والی سوسائٹی سمجھ کر اس کے سبھا سب یعنی ممبر ہوئے ہیں جو لوگ سپنسر اور بریڈلا کی زبان جانتے والے ہیں سبھا وہ خدا کو کیسے مان سکتے ہیں؟ خوب اس پر دعویٰ یہ کہ آریہ سماج نے لوگوں کی زندگیاں سدھار دی ہیں۔ چہ خوب!

آریہ سماج کی رکھشائیں کیلئے نہ صرف لالہ روشن لال صاحب بی۔ اے بیرسٹریٹ لاء۔ جو آریہ سماج کے لیڈنگ ممبر ہیں اور آریہ سماج کے منتری بھی رہ چکے ہیں انہوں نے بہت سے معزز آدمیوں کے سامنے

جھوٹ بولنا بلکہ چوری تک نہایت کرنا اس بات کا اعلان کیا تھا کہ آریہ سماج کے لئے وہ جھوٹ بولنا کیا چوری تک کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اخبار تیندر مطبوعہ ۱۳ اگست ۱۹۰۹ء میں اس اعلان کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

”میں لالہ روشن لال کو آریہ سماج کا خیر خواہ سمجھتا ہوں۔ وہ اگر جھوٹ بھی بکھڑے ہیں تو محض سماج کی رکھشائیں کے لئے وہ جھوٹ بولنے اور چوری تک کرنے کو تیار ہیں چنانچہ وہ اپنے اس اعتقاد کا اظہار لالہ کاشی، ام جی دیر کے مکان پر مفصلہ ذیل آدمیوں کی موجودگی میں کر چکے ہیں۔

رائے نرائند اس ایم۔ اے۔ بیرسٹر۔ پروفیسر دیویدیاں جی بی۔ اے لالہ شودیاں ایم۔ اے وغیرہ وغیرہ۔

افسوس جس کھیتی کے لئے ایسے کھاؤ کی ضرورت ہو اس کے پھل کا اندازہ خود ہی لگا لو۔“

اندر مئی ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۲۸۶ میں اس کا

ایک بی۔ اے ایڈیٹر لکھتا ہے کہ

”پاپ سے آدمی اس قدر ہلاک نہیں ہوتے  
حقدر نیکی سے ہلاک ہوتے ہیں۔ آگے چلکر

آریہ سماج میں نیکی کی نسبت

پاپ کریں نہیں زیادہ فائدہ ہوتا ہے

یہی ایڈیٹر صفحہ ۲۸۶ پر لکھتا ہے: ”میری پدمعاشی نے مجھے پہلے سے زیادہ پوتر زیادہ  
بلوان۔ زیادہ دھارمک بنادیا اور مجھے اشانتی کے سمندر سے نکال کر شانتی کی باتا  
میں لا داخل کیا۔ افسوس جس سوسائٹی میں انسان نیکی سے ہلاک ہوتے ہیں یو بدی  
سے پھلتے پھولتے ہیں۔ انکی تعلیم کا خود ہی اندازہ لگا لو۔“

## ویدوں کی اندرونی سیر

ہندو مذاہب کے بڑے بڑے رشی وئی اور خود آریہ سماجی لیڈر ویدوں کے متعلق  
درحقیقت جو خیال رکھتے ہیں وہ آپنے مذکورۃ الصد رطوب میں بخوبی ملاحظہ فرمالیا اب  
ویدوں کے متعلق ان بزرگوں کی یہ رائے بلاوجہ نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی خالی الذہن  
ہو کہ ویدوں کا مطالعہ کر لگا وہ بلاشبہ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوگا۔ کہ  
ویدوں کا مطالعہ بلاشبہ ”وچھی و کائن پھیکا پکوان“ سے زیادہ حقیقت  
نہیں رکھتی حقیقت حال ہے آگاہ کریں گے لئے یہ ضروری ہے کہ ناظرین کرام  
کے سامنے بھی ویدوں کی اندرونی تعلیم کا کچھ نمونہ رکھا جاوے تاکہ ہر ایک شخص  
ویدوں کی اس اندرونی تعلیم کے مطالعہ سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکے کہ وید  
کس پایہ کی کتاب ہے اور ایک شردھال کی روحانی پیاس کہاں تک بجھا سکتے  
ہیں اور انکا مطالعہ بحیثیت تحریری لوگوں کے لئے مفید ہے یا مضرت۔ سوا اسکے  
لئے جو وید پیش ہم پیش کر رہے وہ شری سوای دیا تندر باسید کا ہوگا۔ جو



آریہ سماج کے لئے اتمام حجت ہے اور اسکے سامنے کسی آریہ کہلانے والے کو بادل  
مقال نہیں ہو سکتی۔

**فحش تعلیم** | بلاشبہ اس وقت تہذیب کا پیمانہ لبرل ہو گیا جبکہ سوامی صاحب نے  
بجروید کے منتروں کی تشریح کرتی شروع کی جس حصہ

پر میں اب پہنچا ہوں وہ اس قدر نازک ہے میں حیران ہوں کہ وہ کس طرح آپ  
لوگوں کے سامنے بیان کروں جس سے آپ لوگ مطلب تو سمجھ جائیں مگر مجھے  
ان گھناؤنے الفاظ کو ظاہر نہ کرنا پڑے۔ میرا دل ہرگز ہرگز نہیں چاہتا کہ میں  
ان منتروں کو آپ لوگوں کے سامنے رکھوں کیونکہ میرے تو اس بیان کے  
نقص سے ہی روٹنے لگے ہوئے جا رہے ہیں۔ بہر حال میں اصلی الفاظ کے  
درج کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اس لئے اس جگہ صرف اصل عبارت ہی آپ لوگوں  
کے سامنے رکھی جائیگی۔ بجروید کے چھٹے ادھیائے کے چودھویں منتر کا ترجمہ ہے۔  
نشیش میں پیدا ہوا (مختلف قسم کی تعلیم) سے جس سے دیکھتا ہے۔ اس تیرے  
نیز (آنکھ) کو شدہ کرتا ہوں۔ تیرے جس سے ناڑی آدی باندھے جاتے ہیں  
اس ناہی (ناف) کو پوتر کرتا ہوں۔ تیرے جس سے موتر و لترگ ریشاب اور  
پاخانہ کی جگہ آدی کئے جاتے ہیں۔ اس..... شدہ  
کرتا ہوں تیری جس سے رکھشا کر نیوالی گودا اندری کو پوتر کرتا ہوں۔ میں اس  
کی تشریح نہیں کر سکتا اس لئے ناظرین مجھے معذور سمجھیں۔

**سخت ہی فحش تعلیم** | بجروید بھاگتہ ۱۲۸ ادھیائے ۲۰ وین منتر کا ترجمہ ہے۔

گا بھن کر کے پشوؤں کو بڑھاتا ہے۔ ویسے گہری لوگ استریوں کو گابی کر کے پر جا  
کو بڑھائیں۔

**نہایت ہی سخت فحش تعلیم** | بجروید بھاگتہ کیسواں ادھیائے ساٹھویں  
منتر کا ترجمہ ہے..... مشیوٹ

برکھش (رہا کا درخت) آدمی کے سہل دانتہ جس میں پران اور پان کے لئے  
دکھ بنائش کرنیوالی چھپری (بکری) آدمی پشو سے بانی کے لئے مینڈھا سے  
پرماشوریہ کے لئے بیل سے بھوگ کریں ۹۹۹

خوبصورت بچہ پیدا کرنا پچاسواں  
شری سوامی دیانند صاحب یجو وید ہاش  
صفحہ ۲۸ ادھیائے ۱۹ منتر ۸۸ کے

بھاؤارتھ میں بیان کرتے ہیں۔

اُستری (عورت) پرکھ (مرد) گرہ دان (مباشرت) کے سہ (وقت)  
میں پر سپر دہائی، ملکر پریم سے پریتا (محبت) ہو کر ہو کہ (منہ) کے  
ساتھ مکھ آنکھ کے ساتھ آنکھ من (دل) کے ساتھ من (شیر) جسم  
کے ساتھ شیر کا انوسہان کر کے گرہ (عمل) کا دہارن کریں جس سے  
گوروپ (بد صورت) وکانگ (لنگڑی) لولی وغیرہ (سنتان  
(اولاد) پیدا نہ ہو وے۔

اس منتر سے تانسخ کا بھی رد ہو رہا ہے کیونکہ اگر بد صورت یا لنگڑی و لولی وغیرہ  
اولاد پیدا ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ بقول سوامی دیانند مذکورۃ الصدر  
وید منتر کی ہدایت پر عمل نہیں کیا گیا۔

یجو وید ادھیائے ۸ منتر۔ امیں لکھا ہے۔

## خاص دعوت

اے تمام گھوں کے دینے والے سوامی

آپ مجھ سے بڑھ کر پیار کر نیوالے ہیں۔ آپ مجھے سکھ دینے والے ہیں  
آپ ستیہ بانی یکت کرپا سے سوم تئا وغیرہ اوشدھوں کے خاص  
رس کو پیو آپ یگ کی کرپا کے لئے ایک عمدہ استری کو گرہن کرنے  
والے دیر یہ (منی) پہنچنے والے دیر یہ دہارن کرنے اور اولاد کے  
پالنے میں آپ مجھ استری (عورت) میں دیر یہ دیر یہ پہنچنے والے  
اور دیر یہ دہارن کر نیوالے اولاد کی حفاظت کر نیوالے ہیں آپ کے

سنگ (صحبت) سے دبیر بہ حاصل کر کے مضبوط اور تندرست پتھر  
کو حاصل کروں۔

اب ہم اس پر کوئی حاشیہ نہیں چڑھانا چاہتے ذرا آپ انسانی فطرت کا مطالعہ  
کیجئے کیا کبھی عورتیں اس طرح کھلم کھلا مردوں کو خواہ وہ اپنا خاوند ہی ہو اس  
طرح کہا کرتی ہیں کہ آپ میرے ساتھ صحبت کریں اور مجھ میں دبیرج بیجیے“  
خاص تعریف۔ | بھرویدادھیائے ۸ منتر ۲۹ کا ترجمہ  
| سوامی دیانند صاحب حسب ذیل

کرتے ہیں۔

اے میری خوش قسمت، شادی شدہ عورت تیرا گر بھاشہ (رحم)  
سب بیماریوں سے دور ہے۔ تیرا گر بھہ بہاشہ (رحم) حمل دھارن  
کرنیکے قابل ہے۔ تیرا گر بھہ بہاش (رحم) کے تمام حصے خوبصورت  
اور سیدھے ہیں۔ اے حمل کی خواہش کرنیوالی میں تیرے ساتھ  
دھرم پوروک ساگم (صحبت) کر کے ایسے گر بھاشہ (رحم) میں حمل  
دھارن کروں۔

ابا وید مقدس کا یہ منتر جن کھلی کھلی باتوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اظہر  
من الشمس ہے۔ مزید تشریح نہ تو ہم کر سکتے ہیں اور نہ کرنیکی ضرورت ہے۔

روزر روشن میں کرنیوالا بیوقوف خاوند | اسی پر اکتفا نہیں اب ذرا بھروید  
۱۱۸ ادھیائے کے ۴۸ منتر کا

سوامی دیانند کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اے دھرم میں توجہ نہ دینے والے خاوند تم جو دوسری عورتوں کے  
ساتھ جنکا دامن عصمت گناہ سے پاک اور جو سوشیل (نرم دل)،  
ہیں بد معاشی کی خواہش کرتے ہو۔ میں تم کو اس بد فعلی کے نام سے  
روکتی ہوں۔ اے دھرم کرنے والے خاوند تم جو دوسرے کی

عورتوں کے پاس جا کر جو کہ شیدہ دویا سے فرمایا وڈ نریم طبیعت،  
 کو پراپت ہو رہی ہیں جانے والے ہو میں تم کو اس بُرے کام  
 سے روکتی ہوں۔ اسے بد کرداری میں توجہ دینے والے خاوند  
 تم جو غیروں کی عورتوں کے نزدیک جو کہ دہرم کے کام کر رہی ہیں  
 جانیوالے ہو میں تمکو وہاں سے منع کرتی ہوں۔ اے چنچل جپت  
 والے خاوند توجو آرام سے رہنے والی دوسروں کی عورتوں کو جا کر  
 تنگ کرتے ہو میں تم کو بار بار اس بُرے کام سے منع کرتی ہوں اے  
 سنگ دل خاوند تم غیروں کی عورتوں کے پاس جا کر جو کہ شیریں زبان  
 ہیں بد فعلی کے ارادے سے جاتے ہو میں تم کو اس کام سے باز رہنے  
 کی نصیحت کرتی ہوں۔ اے بیوقوف خاوند توجو دن کو سورج کی  
 پیسی ہوئی کرنوں کے وقت اپنے گھر میں سنگ صحبت کی خواہش  
 کرتا ہے۔ اے شہدہ دیر یہ (منی) والے میں تجھ کو دیر یہ کی حفاظت  
 کی خاطر اس کے وقت اس کام کے کرنے سے منع کرتی ہوں۔“

آریوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وید آدرشی میں نازل ہوئے۔ ویدوں کے انزال  
 کیوں وقت تو عام آدمی موجود نہ تھے اس لئے اس منتر کا روئے سخن عام آدمیوں  
 کی طرف نہیں ہو سکتا۔ مخاطب کوئی ویدک رشی ہی ہونا چاہیئے  
 کیونکہ ویدوں کے نزول کے وقت سوائے ویدک رشیوں کے اور کوئی  
 تو تھا ہی نہیں۔ دریں حالات ویدک رشی کا جو نمونہ مذکورۃ الصدہ منتر پیش  
 کر رہا ہے وہ حد سے زیادہ تعجب و حیرت کا موجب ہے۔

چلے پر چڑھی ہوئی لگا کی تانت کی آواز ایجو وید ۲۹ ترجمہ سوامی دیانند۔  
 اے ویر پرش یہ جو چلے پر

چڑھی ہوئی کمان کے اوپر لگی ہوئی تانت ہے جو اس طرح بولتی ہے  
 ہر طرح پر چڑھی ہوئی یا شعور استری بولتی ہے جس کی تعریف کیجاتی ہے

اور جو اس طرح پیاری آواز نکالتی ہے جس طرح کہ اپنی پیاری پتی کا سنگ (صحبت) کرتی ہوئی استری آواز نکالتی ہے۔  
اب کمان کی تانت کی آواز کو پیار سے پتی کے سنگ (صحبت) مگر نیوالی عورت کی آواز سے کیا تشبیہ ہو سکتی ہے۔ اس جیستان کو یا تو خود سوامی دیانند صاحب حل کر سکتے تھے اور یا پھر کوئی اور سوامی کہلا نیوالے۔ اور بھی اس قسم کے متر پیش کئے جاسکتے تھے مگر میں اپنی توجہ زیادہ دیر لے لئے اس گھناؤنے حصہ کی طرف نہیں دینا چاہتا یہ نمونہ بطور مشتے از خروار ہے اس سے آپ ویدک تعلیم کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تعلیم کہاں تک دوسروں کے لئے پاکیزگی اور طہارت کا موجب بن سکتی ہے۔

## اندرونی سیر کا کچھ اور نظارہ

اُلوؤں کو حاصل کرو۔ | پجروید ۲۴/۳۳ سوامی دیانند صاحب  
اے انسانوں جس طرح جانوروں کے گنوں کے جاننے والے منش آگ کے لئے مرغوں کو بغیر بھپول کو درختوں کیلئے اُلوؤں کو اگنی اور سوم کے لئے نیل کنٹھ کو سورج اور چاند کے لئے سوروں کو مترورن کیلئے کبوتر و نکو اچھی طرح حاصل کرتا ہے اسی طرح تم بھی کرو۔

کوؤں کو حاصل کرو۔ | پجروید ۲۴/۳۵ ترجمہ سوامی دیانند صاحب  
اے انسانوں جس طرح وقت کے جانور والے دن کیلئے نرم آواز نکالنے والے کبوتروں رات کے لئے بیچا پونا نام جانوروں دن رات کے ملنے کے دونوں وقتوں کے لئے جتونا نام کے جانوروں مہینوں کیلئے کالے کوؤں کو.... اچھی

طرح حاصل کرتا ہے، اسی طرح تم بھی کرو۔  
اب ان مذکورۃ النہد ہر دو متزوں میں جو الوٹوں اور کوٹوں کو اچھی طرح حاصل کرنے کے لئے پراقتضا کی گئی ہے۔ اس چیتان کا حل سوائے سوامی دیانند صاحب یا سوامی نندھانند صاحب کے اور کون کر سکتا ہے۔

گرم ملکوں میں سب بالوں کا صفایا | سوامی دیانند صاحب متیار تھہ پر کاش  
صفحہ ۲۵۸ پر لکھتے ہیں کہ گرم ملک میں تو  
چوٹی تک صاف کر دینی چاہیے کیونکہ سر میں بال ہونے سے گرمی زیادہ ہوتی  
ہے اور اس سے عقل کم ہو جاتی ہے۔ "اس پر ہم فحبت سے آریہ سماج سے یہ سوال  
کرتے ہیں کہ بچاری عورتوں کے متعلق کیا ارشاد ہے کیونکہ گرمی کا اثر تو سب  
پر یکساں پڑتا ہے اور پھر جب چوٹی کی برداشت مشکل ہے تو پالچات اور  
لباس کے متعلق کیا ارشاد ہے

مرد کے چلائیے لے۔ ۲ سیر سنجہ لکھی | متیار تھہ پر کاش صفحہ ۴۱ پر سوامی  
جی لکھتے ہیں۔

کہ "مرد کے جسم کے برابر لکھی کا فور اور صندل لے کم از کم ۲۰ سیر لکھی ضرور  
ہونا چاہیے۔" ذرا غور کرو آج کل صندل کا فور لکھی کس قدر گراں ہے لکھی  
روپیہ کا ہر چھٹا تک دستیاب ہوتا ہے۔ مردہ جلانے کے لئے اس قدر سامان  
کہاں سے آئیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ آریہ مذہب غرباء کے لئے نہیں ہے۔

اس پر پیشور سانپوں اور نمٹوں | بھروید ۱۳ ترجمہ سوامی دیانند صاحب  
اُسے پر پیشور یا راجن آگ کے لئے  
اور نمٹوں کو پیدا کیجئے۔  
سوٹی چیزوں کو زمین کے لئے رنگ  
کہ چلنے والے سانپوں کو کاش

میں ناچنے والے نمٹوں کو..... پیدا کیجئے۔  
اس جگہ جو سانپوں اور نمٹوں کے پیدا کر نیکی دے گا مانگی گئی ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

کیا کوئی آریہ اسکا جواب دیگا۔ مگر صرف اسکی جواب پر کان دھرا جائیگا جس نے پہلے گھر میں پانچ سات سانپ پال رکھے ہوں۔ بدوں اسکے کسیکا جواب قابل توجہ نہیں ہوگا۔

آدمی کو آدمی کا گوشت کھانا ہی تعلیم | تنہا اپنے پرکاش دسواں آدمی ہے

انسان کو انسان کے گوشت کھانے کی مکر وہ تعلیم دیتے نہیں لکھتا ہے۔  
یہ راج پرشوں (حکام) کا کام ہے کہ جو ہانی کارک (نقصان دہ) پشویا منشی ہوں انکو ڈنڈ دیں (جرمانہ کریں) جیسا جیوا تولیہ پر کھانا  
جرمانہ ہوگا اگر وہ ڈنڈ دینے سے یہی نہ سمجھیں تو پران بیو کوکشت کریں (مار ڈالیں)

سوال تو پھر کیا اسکا گوشت پھینک دیں۔  
سوامی جی کا جواب۔ پھینک دیں چاہے مائیں آریوں کے گوشت کھانے والوں کو کھلا دیں تو یہی کوئی ہانی (نقصان) نہیں لیکن اس آدمی کی طبیعت گوشت خوری کیوجہ سے ہنسک (ایذا رساں) ہو سکتی ہے۔  
آریہ دوستو! کیا اسپر ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت ہے۔

## ویدک ایشور کے کارنامے

ویدک ایشور کا حلیہ بہ عام طور پر آریہ لوگ مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ کے منہ آیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں کا خدا چور۔ فلاں کا لیڈر۔ فلاں کا ایسا۔ فلاں کا ویسا وغیرہ۔ ہاں اگر پاربرہم جوتی سر وپ ایشور ہے تو عورتوں آریہ کی ایشور ہے۔  
یاتی نسب پول پال۔ اس لئے اسجگہ ہم ویدک ایشور کا وہ تصویر جو اس نے دنیا مند صاحب نے اپنے چیلوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ برہم نا مریہ کہتے ہیں ویدو



کے لاشانی پنڈت دیا تند صاحب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا۔ اڈیشن اول  
صفحہ ۱۳۵ پر ویدک ایشور کا حسب ذیل جلیہ دیتے ہیں کہ  
دن اور رات یہ ایشور کی دو بغلیں ہیں۔ رگوید ویدک ایشور کی ایک بغل  
گوری اور ایک بغل کالی ہے (پھر لکھا ہے۔ سورج اور چاند ویدک ایشور  
کی دو آنکھیں ہیں۔ دیکھنا کہیں سکول میں پڑھنے والے لڑکے چاند کی  
یابت یہ یاد کر کے کہ وہ بذات خود روشن نہیں۔ ویدک ایشور کو ایک آنکھ والا  
نہ سمجھ لیں) پھر لکھا ہے۔ سورج کی دھوپ اور بجلی کی چمک یہ دونوں ایشور کے  
ہونٹ ہیں (بجلی کی چمک ہر وقت موجود نہیں رہتی اسلئے ویدک ایشور کو لبساؤ تھا  
ایک ہونٹ والا شمار کرنا چاہیئے) اور زمین اور سورج کے درمیان جو پول  
ہے وہ ویدک ایشور کا منہ ہے (اور دانت)۔

**نوٹ :-** آریہ صاحبان کے ایشور کا یہ جلیہ آریہ صاحبان کو ہی مبارک  
رہے۔ مگر ہمیں اس میں نہ تو کوئی شاعرانہ باریکی نظر آتی ہے اور نہ علمی مذاق۔  
یہ قریباً ویسی ہی تشبیہ ہے جیسا کسی نے کہا ہے :-

زلفِ جاناں مثل لمبی کھجور ہے  
چشمِ جاناں مثل جلتی تنور ہے۔

ایک پنجابی شاعر نے اس سے بھی زیادہ مزیدار کہا ہے جس نے اپنے پیارے  
کی دستار اور تلوار کی تعریف بدیں الفاظ کی ہے :-

سرتیرے دستار جیوں پتا وان دا  
لک تیرے تلوار جیوں کا بنن کہو دا

مگر سوامی صاحب ویدک ایشور مہاراج کی تعریف کرتے ہوئے ان شاعروں  
کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔

آریہوں کا ایشور چوری کرتا ہے، رگوید کے ساتویں ایشور کے انیسویں  
آریہوں کے ایشور چوری کرتا ہے، آریہوں کے آریہوں کے ایشور چوری کرتا ہے۔

کرتے وقت سوامی دیانند صاحب اپنی کتاب آریہ یہ دتی اڈیشن ۹ کے صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں۔

”ہمارے پر یہ بھوگوں کو مت چورا“ اسے پریشور! ہمارے پیارے سامانوں کی چوری نہ کر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آریوں کا خدا چوری ہی کیا کرتا۔ ہے۔ آریہ دوست دیگر مذاہب کے ایشور پر حرف رکھتے ہی رکھیں گے مگر خود تو اپنے خدا کا چور ہونا اپنے منہ سے اقبال کر لیا“

آریوں کا ایشور حمل کرتا ہے | چنانچہ اسی منتر میں آگے چلکر پھر یہ پارتھنا کی گئی ہے ”ہمارے گرجیوں کا بدارن

مت کر“۔ یعنی ہمارے حملوں کا استقاط نہ کر۔ افسوس ہمارے آریہ دوستوں نے ایشور کو کس رنگ و روپ میں لوگوں پر ظاہر کیا ہے۔ اور پھر اس پر ڈینگ یہ ماری جاتی ہے کہ ویدک جھنڈا مکہ اور مدینہ کی دیواروں پر لہرائیگا کبیرا نہ ہو۔ ”یہ منہ اور مسور کی دال“

آریو تکا ایشور قیمتی برتن  
اوٹھالے جاتا ہے۔  
چنانچہ اسی منتر میں آگے چلکر یہ پارتھنا کی گئی ہے ”ہمارے بھوجن آدمی ارتھ سورن پاتروں کو نہ اٹھاؤ“ یعنی ہمارے کھانے وغیرہ کے جو سونے کے برتن ہیں

انہیں نہ اوٹھاؤ۔

سبحان ایشور کی کیسی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات لوگوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ کیا ایشور برتن ہی اوٹھایا کرتا ہے۔ ایشور نہ ہوا..... ہوا

آریوں کا ایشور شل بہوت اوچر ٹیلوں کے غصہ سے بھر کر گھوڑوں گھوڑوں اور بچوں وغیرہ میں شمس جاتا ہے۔  
آریوں کے پیلے انشک کے آٹھویں منتر کے دوسرے حصہ کی تشریح ہمارے چھوٹے

منجھلے اور بڑے بیٹے اور گائے وغیرہ پشوا اور گھوڑے وغیرہ سواری  
اور ہمارے فوج کے بہادروں میں غصہ اور قہر سویر کر مٹ گھس۔  
اب جو ایشور کی صفات سوامی دیا بند پیش کی ہیں اسکو مد نظر رکھ کر  
ایشور اور بھوت میں کیا فرق رہا۔

## تناسخ کا یو داہن

آریہ سماج تناسخ کے ثبوت کے لئے بڑے سے بڑے یہود و عیسیٰ  
پیش کرتا ہے۔

(۱) اگر تناسخ نہیں تو لنگڑے لو لے کیوں پیدا ہوتے ہیں۔  
(۲) اگر تناسخ نہیں تو پھر امیر و غریب کیوں ہوتے ہیں۔  
تناسخ کی تائید کے لئے بڑے سے بڑا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ دنیا  
میں تفرقہ کیوں ہے کیا وجہ ہے کہ ایک تو تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور  
دوسرا بیمار وغیرہ۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ روح تو خلاصہ عناصر ہے  
یا عناصر سے روح کو خاص تعلق ہے جس قسم کے عناصر ہونگے ویسا ہی  
اسکا نتیجہ ہوگا۔ سنن الہیہ یا قانون قدرت کو توڑنے سے یہ نتائج برآمد  
ہوتے ہیں جب قانون قدرت اور سنن الہیہ سے یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ  
گندم کے بونے کا وقت کا تاکا مہینہ ہے۔ دہان کے لئے برسات کا  
موسم ہے۔ تو جو آدمی ان اصولوں کو توڑے گا اور بجائے کاتاک کے ماگھ  
وغیرہ کے مہینہ میں گندم بویگا۔ اول تو وہ گندم پیدا ہی نہ ہوگی۔ اگر ہوگی  
بھی تو خراب اور کمزور اسکا پیدا ہونا یا نہ ہونا یکساں ٹھہرے گا۔ اب اگر کوئی  
کسان اس امر پر اعتراض کرے کہ جسے کاتاک کے مہینہ میں گندم بونی ہے  
وہ تو اچھا بھلا لائی اور میں نے پوہ یا ماگھ کے مہینہ میں گندم بونی تو کیا

وجہ ہے کہ میری گندم خراب اور بے ثمر رہی تو ایسے کسان کا اعتراض بالکل بے فائدہ اور لغو ہو گا۔ کیونکہ اس نے قانون قدرت کو توڑا قانون قدرت نے اس کو اس کا پھل دیا۔ یہی حالت لنگڑے اور تندرست بچہ ہونے کی۔ اسکا سبب عناصر ہیں جس قسم کے عناصر پیدا کئے گئے اسی قسم کا پھل پیدا ہوا۔

اور پھر آریوں کو تو کم از کم یہ سوال پیدا نہ کرنا چاہیے کیونکہ سوامی دیانند صاحب نے بچہ وید کے بھاش میں صاف لکھ دیا ہے کہ عورت مرد گر بھادان (صحبت) کرتے وقت باہمی ملکہ محبت میں میں سرشار ہو کر آنکھ کے ساتھ آنکھ من کے ساتھ من جسم کے ساتھ جسم.... جس سے بد صورت اور لنگڑی ٹوہی وغیرہ اولاد نہیں ہوگی۔“

اگر کسی آریہ دوست کے ہاں بد صورت یا بیمار اولاد پیدا ہوتی ہے تو اس صریح یہ مطلب ہے کہ اُس نے سوامی جی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ اس نے اس شق پر تو آریہ سماج کو کوئی بحث ہی نہ کرنی چاہیئے۔ رہی دوسری شق۔

کہا جاتا ہے اعلیٰ پن اور اعمال حسنہ کے بجائے انسان راجہ ہمارا راجہ بن جاتا ہے۔ آؤ! اب ہم ذرا اس کی معقولیت یا عدم معقولیت پر غور سے کام لیں۔ اگر راجہ کی پدوی واقعی اعمال صالحہ کا نتیجہ اور ثمرہ تھی تو کیوں راجہ بھرتاری نے راج سنگھارن پر لانت ماری۔ کیوں عارف بدہ نے تخت شاہی سے دوری اختیار کی۔ پھر آپکے ہاں تو میشل مشہور ہے پتوں راج راجوں ترک۔

یعنی عبادت الہیہ سے حکومت اور حکومت سے دوزخ.... تباؤ! اگر نیک کاموں کا ثمرہ راج ہے تو راج کا ثمرہ آپکے ہاں خدا سے دوری

بتلایا گیا ہے وہ چیز جس کے حصول سے انسان قریب الہی سے دور اور دور چلا جائے۔ تو پھر ذرا اس امر پر غور کیا جاوے کہ ایسی پیدوی یا درجہ کے حصول کیلئے انسانی قلب میں کس طرح اور کیسے جوش یا خواہش پیدا ہو سکتی ہے۔

اور اگر اعمال صالحہ کا نتیجہ مہاراجہ بننا ہے تو آخر آریہ صاحبان میں ضرور اگر زیادہ نہیں تو کم اصحاب اعمال صالحہ بجالاتے ہونگے۔ اور اگر وہ آریہ سماج کے کلیہ کے مطابق راجہ مہاراجہ بنے تو اس وقت آریہ راجہ مہاراجہ مفقود ہیں زیادہ تر ان آریہ راجہ مہاراجہ ہیں۔ تو ایسے اعمال صالحہ کے بجالانے کا کیا فائدہ جس سے انسان آریہ سے ان آریہ بن جائے اور بجائے ویدوں کے کسی اور کتاب کا متبع ٹھہرے۔ کیا کوئی آریہ دوست اس سوال پر توجہ کریگا۔

پھر یہ کہنا کہ جقدر آرام اور سکھ وغیرہ ہیں دراصل پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ یہ صریح خلاف واقعہ اور بعید از عقل ہے۔ ہوا پانی آگ۔ برقی۔ بارش۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ سیارے وغیرہ جقدر اشیاء ضروریہ پائی جاتی ہیں۔ جن کے بغیر انسانی زندگی محض بیکار اور عضو معطل یا زیت نامکن ہے اب فرمائیے کہ یہ چیزیں پہلے تھیں یا انسان یہ امر واقعہ ہے کہ

انسانی بقا کے لئے آگ ہوا پانی وغیرہ کا پہلے ہونا از بس ضروری اور لازمی ہے۔ ورنہ انسانی زندگی ایک منطبی قائم نہیں رہ سکتی۔ اور پھر اس امر کے ماننے سے سب سے بڑھ کر جو نقص لازم آتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اور اس کا تصور کرتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا کہ اس دنیا کی بقا اور اس کے قائم رہنے کے لئے گناہوں کی اشد ضرورت ہے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو وہ اس دنیا میں گیہوں۔ جو۔ مٹر۔ چنے وغیرہ بنے جبکہ ہم کھائیں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو وہ بول شیشم اور دیار وغیرہ بنے جس کو ہم کاٹیں اور مکان بنائیں پس آرام کریں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ کوئی گناہ کرے تو دوسرے جنم میں آکر گھائے اور پھینس وغیرہ

ہم دو دھبیٹیں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ کوئی گناہ کرے تو وہ گھوڑا وغیرہ بنے تو پھر ہم اسپر سواری کے آرام و آسائش حاصل کریں۔ غرضیکہ اگر ہم تنا سخی کے عقیدہ کو مان لیں تو دنیا میں گناہ کا ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرتا ہے جس کے بدوں یہ دنیا کا سلسلہ ایک منٹ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ عقیدہ جس کے قیام کے لئے گناہ ہونا لازمی اور ضروری ٹھہرتا ہے اس سے جیقدر جلد دست برداری کی جائے اتنا ہی اچھا ہے۔

## تنا سخی کے لئے گناہ کی ضرورت

میں اس بات پر روشنی ڈال چکا ہوں کہ اگر "واگون" کے مسئلے کو درست تسلیم کر لیا جاوے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم اپنی ضروریات کے بہم پہنچانے کے لئے گناہ کریں۔ کیونکہ ہمارے ارد گرد کے تمام چرند پرند اور حیوانات کے علاوہ گھاس پات پھل پھول کندھول اور درخت وغیرہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہیں اور یہ ہمارے ہی بھائی بند ہیں۔ جو اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں ان جانوروں میں گئے ہیں اور ہماری خوراک بن رہے ہیں۔ گویا ایک طرح سے اس مسئلے کی موجودگی میں ہم بدترین قسم کے مردم خور ہیں۔ کیونکہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جس مولیٰ یا گاجر کو یا جس ساگ پات کو وہ بڑے مزے سے کھا رہا ہے وہ پچھلے جنم میں اس کا عزیز بیٹا یا ماں باپ نہیں تھے۔ جو کہ کسی بد اعمالی کی وجہ سے مولیٰ یا گاجر ساگ پات کی جون میں پڑ کر آج اس کی داڑھوں کے نیچے چبائے جا رہے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جس گھوڑے۔ گدھے یا خچر کی پیٹھ پر وہ آج سواری کر رہا ہے اور اس کے ہنٹر رسید کر رہا ہے وہ پچھلے جنم میں اس کا کوئی عزیز دوست یا پیارا بیٹا یا شفیق باپ مہربان ۔ ۔ ۔ نہیں تھے جو کہ اپنے کسی

برے فعل کی بدولت آج گھوڑے یا گھوڑی۔ گدھے یا گدھی کی جون میں  
 پڑ کر اوسکے ہنٹروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دیودار۔  
 شیشم یا کیکر کے جس درخت کو وہ آ رہے ہے چر واکر اپنے گھر کی چھت کا  
 ستون بنوا رہا ہے یا کوڑا تیار کر دار رہا ہے۔ وہ دیودار یا شیشم یا کیکر اس  
 کے پچھلے جنم کے کوئی ماں یا باپ یا بھائی بہن نہیں تھے جو کہ اپنی بد قسمتی سے  
 آج دیودار شیشم یا کیکر کی جون میں پھنس کر اوسکے ہاتھ سے سینہ فگار ہو  
 رہے ہیں۔ اور چیرے جا رہے ہیں۔ ان غرض اور اکون یا تناسخ کے مسئلے  
 کی موجودگی میں ہمیں اپنی تمام انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے اپنے  
 ہی بھائی بندوں کے گناہوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور اس مسئلے کی  
 موجودگی میں دنیا کا قیام گناہ پر مانتا پڑتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ یونیورسٹی  
 کے ایک گریجویٹ نے جو کہ اس سوسائٹی کا جوشیلا ممبر ہے جو کہ اوگون  
 کے مسئلہ کا قائل ہے اپنی پارٹی کے اخبار میں ایک مضمون شائع کیا تھا۔  
 جو کہ بہت دلچسپ تھا۔ چنانچہ میں اس کو یہاں پر نقل کر دینا ضروری ہے  
 اور وہ مضمون یہ ہے۔

## دنیا میں پاپ کی ضرورت ہے

”آج جس مضمون پر میں قلم اٹھانے لگا ہوں وہ مذہبی دنیا کے لئے  
 واقعی ایک ناخوشگوار اور نیا مضمون ہے۔ دنیا میں تمام مذاہب کی اندرونی  
 اور بیرونی کوششیں پاپ یا گناہ کی ہستی کو مٹانے میں خرچ ہوئی ہیں اور  
 ہو رہی ہیں۔ سنجیدہ اور خدا رسیدہ لوگوں نے اس بات کا فیصلہ دیدیا ہے  
 کہ سکھ کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ پاپ کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے اور  
 اسکی جگہ پن یا نیکی کا خوشنما روپ اپنی جگہ نہ پکڑے۔ شروع دنیا سے لے کر



آج تک گناہ کے برخلاف مختلف لوگوں نے مختلف طریقوں سے جہاد جاری رکھا ہے۔ لیکن گناہ کی زبردست اور امٹ طاقتوں کے سامنے انسانی جدوجہد بالکل بے سود ثابت ہوئی ہے۔ جائے تعجب ہے کہ انسانوں اور مذہبوں کی مجتمع لگاتار اور ان تھک کوششوں کے باوجود بھی پاپ کا راج آج دنیا کے ہر ایک تختہ اور طبقہ میں راج ہے اور اسکا سکے اور عب ہر ایک دل پر طاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں پاپ کی حمایت میں آواز اٹھانا خود کو مذہبی ملاؤں کے دریا میں گردن زدنی بنانا ہے۔ لیکن میں اس وقت مذہبی یا دھارمک بحث میں نہیں پڑنا چاہتا میرا دعا فقط پاپ کی ہستی اور اہمیت پر فلسفانہ بحث کرنا ہے۔ اور چونکہ آپ کا اخبار آریہ گزٹ ویدک دھرم کا پرچہ ہے۔ اس واسطے میں ویدک دھرم کے عقائد کے مطابق ہی آج آپ کے اور آپ کے ہم مذہب فلاسفوں کے سامنے پاپ کی ضرورت کا سوال پیش کرتا ہوں۔ امید ہے سخن سنج اصحاب میری تحریر کو فقط مجذوب کی بڑے تصور نہ فرماتے ہوئے میرے سوال کا سنجیدگی اور معاملہ فہمی سے جواب دیکر مشکور فرماویں گے۔

## اواگون کیا ہے

اصول تناسخ ویدک دھرم کی جان ہے۔ اور یہ اصول کرموں کے مسئلے پر مبنی ہے۔ کرموں کے متعلق ویدک سدھانت یہ ہے کہ انسان کرم کرنے میں سو شش رہے۔ اور پرماتما موت کے بعد اس کی روح کو اس کے کرموں کے مطابق دوسرے قالب میں بھیج دیتا ہے۔ ان مختلف قالبوں کی تعداد ویدک علم تعداد کے مطابق چوراسی لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اور ان سیاق و سباق میں سے بہتر اور افضل قالب انسان کا سمجھا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے منش یونی از بس کو شذشوں اور نیک اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس قالب میں جو روح آکر برے کرم کی مرتکب ہوتی ہے اسکو پڑتا سزا دیکر دوسرے نیچے درجہ کے قالب میں بھیج دیتے ہیں۔ گو یہ امر صاف ہے اور جس پر ہر ایک ہندو اور آریہ سماجی کا کامل یقین ہے کہ دنیا میں تمام جاندار پر ماتا کے قید خانے میں ہیں جس میں خدا روح کے قیدیوں کو اپنے خدائی قانون کے مطابق خاص حالت اور مدت تک بند کر دیتا ہے اور ہم روزمرہ سنتے ہوئے جو ذی روح ہمارے صفحہ زمین پر نظر آتے ہیں یہ سب گنہگار ہیں اور اپنے اعمالوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہ خیال ہے جو ہندو مذہب کے عقائد کا زبردست جزو ہے۔ اب قدرتی طور پر ایک سوچنے والے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ساری سرشتیں اور

## دنیا پاپ کا ظہور ہے

میرے اوتے خیال میں اس اوتکھے سوال کا جواب مثبت میں ملیگا کیونکہ مسئلہ کرم اور اوگرن کی رو سے دنیا میں تمام جاندار انسان گھوڑا ہاتھی چڑیا سانپ کیڑے غرضیکہ درخت اور پتھر پانی وغیرہ تک اپنے کرموں کو چل بھوگ رہے ہیں۔ اور اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ تمام جو س روحیں پچھلے جنموں میں پاپ کرم نہ کرتیں تو آج ان مختلف قاعدوں کے بندی خانوں میں مبتلا نہ ہوتیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں اگر روحیں پاپ نہ کرتیں تو دنیا میں آج اتنی جاندار ہستی ہمارے دکھائی نہ دیتی۔ تھوڑی دیر کے لئے خیال فرماؤں کہ اگر آج دنیا میں ہر ایک انسان ایک تخت پاپ پر بٹا پھوڑ دے اور حیوان اور دیگر چھوٹے جانور جو چوراسی لاکھ طریقوں سے قید میں سڑ رہے ہیں اپنی اپنی سزائیں بھگت کر آزاد

ہو جائیں تو دنیا کا کیا نظارہ ہو گا۔ ویدک دھرمی صاحب جھٹ جواب دے دینگے کہ میں سب مُکت ہو جائیں گے۔ لیکن اس جواب سے اُنپر ایک اور زیر دست اعتراض عائد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ویدک نیم کے مطابق جب پرلے کے بعد سرشٹی اپنتی ہوگی تو اس وقت پر ماتما کس کے لئے اور کس طرح سرشٹی کو پیدا کریں گے۔ مانا کہ مُکت اتمائیں اپنی نجات کی محدود مبعاد ختم کر کے پھر سنسار میں نش یونی کو دھارن کرینگی۔ اچھا اب ذرا اس وقت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے لا دیں۔ اس وقت

## خدا کے قیدی

یعنے بل۔ گائے بھینس۔ بگھوڑا۔ ہاتھی اور دیگر چوراسی لاکھ جانور جو ہر زمانے میں حضرت انسان کی زندگی کے لئے از بس ضروری ہیں۔ بالکل موجود نہیں ہونگے۔ یہاں تک کہ دنیا میں درخت اور سبزیات تک نظر نہیں آئیں گے۔ کوئل کی میٹھی آواز دنیا کی خوش آئند باتیں۔ بلبل کے دل سوز ترانے آواز گائے کا شیریں دودھ۔ میٹھے آم۔ انار۔ بھاجی۔ سبزی۔ آلو۔ بنا پنتی غرضیکہ سب انسانی ضروریات صفحہ دنیا سے مفقود ہونگی۔ سیرے خیال میں اگر اس مضمون کو مطالعہ کرتے والے صاحب اگر جذبات اپنے تصور میں ایسے دردناک اور ڈراؤنے نظارے کا نقشہ جمائیں۔ تو ان کو پتہ لگ جائیگا کہ دنیا محض ایک خلا ہوگی جس میں چند سسکتی ہوئی انسانی روہیں تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دیتیگی۔ افسوس کہ پر ماتما کا سب سرشٹی نیم آن کی آن میں ملیا میٹ ہو جائیگا۔ اور پر ماتما اپنے بھاونگن کے افسار کار روائی کر سنے سے قاصر رہ جائیں گے۔ نہ کرم ہونگے نہ کرموں کا بھل دینے والا۔ نہ باپ ہو گا نہ بیٹا۔ ستارے اور چاند حسرت سے سوکی زمین پر نگاہیں ڈالکر ادویسی سے آہیں کھینچیں گے۔ اور آفتاب بچارہ ہی اپنا سامنے لے کر نظام شمسی میں

کھڑا۔ ہا کر یگا۔ نہ رعایا ہوگی نہ خدائی بادشاہت غرض کہاں تک بیان کیا جائے  
یہ فسانہ بڑا دردناک ہے اسلئے ہم قدرتی طور پر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدا  
کی بادشاہت۔ دنیا کی ہستی۔ انسانی کاروبار۔ بیچر کے خوشگوار اور دلربا نظارے  
قائم رکھنے کے لئے

## پاپ انسانی زندگی کا ضروری جزو ہے

راقم

ایک تلاشی از انسند پور (آریہ گزٹ)

## پنڈت دیانتد کا سنیا س علی کسوٹی پر

عام طور پر آریہ لوگ غیر مذاہب والوں کے منہ آیا کرتے ہیں کہ فلاں مذہب کے  
بادی نے روپیہ سے محبت کی۔ فلاں نے دنیا کیلئے جنگ کی۔ فلاں شادی  
کی۔ فلاں لالچی تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہمارے رشی اور مہارشی پورے پورے  
تیاگی تھے جنہوں نے دنیا کی تمام خواہشات پر لات مار کر سنیا س یعنی فقیری  
جہاں پہنچتا بظاہر تو یہ سوال درجہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر آؤ اب ہم ذرا واقعات  
کے ساتھ اس دعویٰ کا مقابلہ کریں کہ یہ دعویٰ واقعات کی کسوٹی پر کہاں تک  
پورا اترتا ہے۔

سنیا س کے علامات | ستیا رتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن جو ۱۹۷۵ء میں  
چھپا تھا اس کے پانچویں باب میں ویدوں کے

احکام کے موافق سنیا س کے طریق کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس کے ساتھ  
ہم سوئیچی کے سنیا س کا مقابلہ کرتا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ سوئی

صاحب کہانتک اپنے دعویٰ پر پورے اترتے ہیں :-

ستیا رتھ پر کاش کے ۱۵۹ صفحہ پر ویدوں سے سیاسی کے لئے یہ ہدایت دی گئی ہیں جو مرقومہ ذیل تینوں خواہشوں میں بندھا ہوا نہ ہو۔ وہی سیاسی ہوتا ہی  
اَوّل دنیا کے لوگ بھوکریں۔ یا تعریف کریں تو اسکے دل میں کچھ خوشی اور  
افسوس نہ ہو۔ اور جتنے دنیا کے وٹسے بھوگ ہیں۔ عورت روپیہ۔ ہاتھی چترن  
وغیرہ ان کو حقیر جانے۔

دوم۔ دولت جمع نہ کرے اور دولت مندوں کی تعریف نہ کرے یہ سیاسی  
کی نشانی ہے :-

سوم۔ اپنے لڑکوں سے موہ نہ کرے۔ یہ سیاسی کی نشانی ہے اور جو  
سیاسی ہوتا ہے اس کو دنیا کے متعلق کسی کاروبار کا کرنا ضروری نہیں۔  
اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سوامی جی اپنے پیش کردہ معیار اور کسوٹی  
پر پرکھنے سے بھی سیاسی ثابت نہیں ہوتے :-

پہلی دو خواہشوں کے ضمن میں جس میں روپیہ کی خواہش اور اس کے  
اکٹھا کر نیکار ذکر موجود ہے۔ وہ خواہش رشی جی میں صرف معمولی طور سے نہ تھی  
بلکہ اس قدر زوردار تھی کہ انہوں نے روپیہ اکٹھا کرنے میں بڑے بڑے دولت مندوں  
اور راجوں کو اپنی طرف کھینچا اور چقدر وہ روپیہ اکٹھا کر نیکے لئے کوشش  
کرتے رہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جب سوامی جی مرنے سے قولا کہ روپیہ  
سے زیادہ کی جائداد چھوڑ گئے۔ اور پھر جو اس کے بعد یہ ظاہر کیا گیا ہے  
کہ ہنسیسی کیلئے کسی کاروبار کا کرنا ضروری نہیں۔ اگرچہ یہ اصول عام مندو  
سیاسیوں کے لئے صادق آسکتا ہے۔ مگر خود پنڈت جی کا اس کے خلاف  
عمل تھا۔ چنانچہ پنڈت صاحب دنیا داروں کی طرح ملازم رکھتے۔ ایک بہت  
بڑا پریس جاری کر رکھا تھا۔ کتابیں چھاپتے تھے اور اس پر یہ عبارت لکھتے  
تھے کہ ان کتابوں کو کوئی اور نہ چھاپے۔ باقی رہا لڑکوں بالوں سے موہ سوامی

جی کا کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں تو وہ محبت کس سے کرتے۔ ہاں روپیہ جی  
 ہمارا جس سے سوامی جی کو اس قدر محبت تھی کہ روپیہ کی وصولی کے لئے عدالت  
 تک جانے سے گریز نہ کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی اپنے قائم  
 کردہ اصولوں کے مطابق بھی سیاسی نہ تھے۔

(۲) پھر ستیا رتھ پر کاش کے ۱۶۲ صفحہ پر لکھا ہے۔  
 کیاں یعنی بھیکہ مانگنے کا برتن درخت کی جڑ میں قیام اور بُرے کپڑے اور  
 سب کے دوپریاں خیاں کرنا کسی سے محبت اور نہ کسی سے دشمنی۔ یہ سیاسی کے  
 علامات نہیں۔

اب ہم ان علامات کے ذریعہ پنڈت دیانند صاحب کے سیاسی کا امتحان  
 کرتے ہیں تو ہم صاف دیکھتے ہیں کہ وہ ان علامات کے لحاظ سے بھی سیاسی  
 نہ تھے۔ اول بجائے کیاں یعنی کاسے گدائی رکھنے کے وہ آریہ سماج قائم کرنے  
 کے بعد سوئی کے لئے اچھے اچھے خوبصورت برتن رکھتے تھے۔ اور بجائے  
 ہر روز بھیک مانگ کر لانے کے ہر روز اپنے نوکروں کی معرفت اچھے سے اچھے  
 کھانے پکواتے تھے۔

دوم بجائے کسی درخت کے نیچے بیٹھ رہنے کے عہدہ سے عہدہ بھی ہوئی  
 کوٹھیوں میں ٹھہرتے تھے۔

سوم۔ بجائے بُرے کپڑوں کے عہدہ سے عہدہ ریشمی کپڑے پہنتے تھے۔  
 چہارم۔ کسی سے محبت اور کسی سے بیر نہ رکھنے کی بجائے اپنی پالیسی پر چلنے  
 والوں سے محبت اور اپنے مخالفوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ پس ان علامتوں  
 کے لحاظ سے بھی پنڈت صاحب سیاسی نہ تھے۔

پھر ستیا رتھ پر کاش کے ۶۴ صفحہ پر لکھا ہے (۱) جو کوئی غضب ظاہر کرے  
 اس پر سیاسی غضب نہ کرے (۲) جیوٹ کبھی نہ کہے۔ یعنی سیاسی ہمیشہ سچ ہی  
 بولے (۳) ایک ہی پاتر رکھے (۴) ایک دفعہ بھکتا کرے۔

ایہ ان علامات کے لحاظ سے بھی پنڈت دیانتد جی سنیا سی نہ تھے اول  
 امر یہ کہ سنیا سی غصہ نہ کرے۔ مگر واقف کار لوگ خوب جانتے ہیں کہ پنڈت  
 صاحب میں کس قدر غصہ تھا۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔  
 ۱۵ جولائی ۱۸۸۶ء کے آریہ گزٹ میں لکھا تھا۔ کہ ایک دفعہ پنڈت جی  
 اجمیر میں لیکچر دے رہے تھے اور ہزار ہا آدمی موجود تھے۔ اس وقت وہاں کا  
 بڑا معزز عہدہ دار صاحب حکومت بیٹھا ہوا تھا۔ اشنا لیکچر یاد کیا کہ ان  
 میں اس نے سوامی جی کو کہا کہ آپ اپنے لیکچر میں نرم الفاظ استعمال  
 کریں۔ جی کا پنڈت جی نے یہ جواب دیا۔ ارے تو سنسکرت بدیا سے بالکل  
 موڑہ ہے۔ شائے تیرے کو معلوم نہیں۔ تو اپنے من میں سمجھتا ہو گا کہ  
 سوامی دیانتد مسروٹی ایک فقیر ہے اور میں بڑا آدمی ہوں۔ یہ یاد رکھ کہ میں  
 تیرے کو ایک کپڑے کی ٹانگ کا ہزار م حصہ بھی نہیں سمجھتا۔ اور میں بھری سمجھا  
 میں کہتا ہوں کہ کسی پورب جنم کے پن پر تیرے کو یہ رتن مل گیا ورنہ  
 تو تو ایسا دھرم بھڑٹ آدمی ہے کہ تیرا منہ دیکھنا جوگ نہیں آتا ایسا  
 غضب اور سنیا سی کے منہ سے۔ تو یہ! اور پھر صاحب حکومت کے سامنے  
 تعجب۔ حیرانی !!!

دوم یہ امر کہ سنیا سی کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اس پر بھی پنڈت صاحب کا  
 عمل نہ تھا۔ اپنے مطلب کے لئے اس کے دلوں پر زیادہ غور و فکر  
 کی ضرورت نہیں۔ پنڈت دیانتد کے وید بھاش کو ایک سرے دوسرے  
 سرے تک دیکھ جاؤ۔ اس کے بعد آپ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ وہاں کس قدر  
 گیوڑوں سے کام لیا گیا ہے۔ سوّم یہ کہ صرف ایک ہی پاتر بینی کا سہ گدائی  
 رکھے مگر سوامی جی ایک پاتر تو نہ رکھتے تھے۔ ہاں ایک پاتر کی بجائے کتر سے  
 برتن رکھتے تھے۔ چہاں کہ یہ ایک دفعہ بھکشا کرنے کی جو ہدایت ہے اس  
 پر بھی ان کا عمل نہ تھا۔ عمدہ عمدہ بھوجن کے آپ بڑے عاشق تھے۔



پھر آگے چل کر ستیا رتھ پر کاش کے ۶۶ صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ ہاڈ جس کا  
 ستون ہے ناریوں سے بند ہا ہوا ماس اور خون کا اوپر سے لیپن اور چمڑے  
 سے ڈھکا ہوا اوپر سے بد بودار پیشاب اور پاخانہ سے بھرا ہوا۔ بڑھا پے  
 اور دکھ سے جڑا ہوا بیماری کا گھر پیاس و غیرہ تکلیفوں سے ہمیشہ بقرار  
 اور ہمیشہ حیض کی طرح..... اور سب بھوتوں کا قیام ایسا جو یہ جسم  
 ہے۔ اس کو سنیا سی یوگ ابھیاس سے چھوڑ دے، اس ہدایت کے لحاظ  
 سے بھی پنڈت دیانند صاحب سنیا سی نہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے جوگ ابھیاس  
 سے جسم نہیں چھوڑا۔ بلکہ ایک مہینہ کی لگاتار بیماری سے ان کا جسم ان کی روح  
 سے الگ ہوا۔ اور وہ بھی صرف ۶۰ سال کی عمر میں ہی۔ حالانکہ پنڈت دیانند  
 کے قول کے موافق جوگی اور سنیا سی کی عمر چار سو برس کی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ  
 اپنے جوگ اور اس ویدک پر ارتھنا کی بدولت ہی ایشور ہیں سو برس زندہ  
 رکھو اپنی عمر کا چار سو برس کی تو ایک طرف رہا۔ سو برس کی بھی نہ بنا سکے۔ پھر  
 آگے چل کر ستیا رتھ پر کاش کے ۳۷ صفحہ پر سوامی صاحب لکھتے ہیں۔ جیسی مصیبت  
 روپیہ کے رکھنے میں گریہ تینوں کو ہوتی ہے۔ اس سے کئی درجہ زیادہ روپیہ رکھنے  
 میں سنیا سیوں کو ہوتی ہے۔ کیونکہ گریہ تینوں کے استری لڑکے اور نوکر  
 وغیرہ حفاظت کر نبوالے ہوتے ہیں۔ اور سنیا سی کا کوئی نہیں اس لئے  
 سنیا سی کو دھن جمع نہیں کرنا چاہیئے اور جو رکھیگا۔ سو کمائی کو نہ پا کر دنیا میں  
 گر پڑیگا۔ اب اپنی اس تحریر کے موافق ہی پنڈت دیانند صاحب سنیا سی  
 نہ تھے۔ کیونکہ وہ صرف جسم کے گزارہ کے لائق روپیہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ہزاروں  
 سے گزر کر لاکھ روپیہ کی جائیداد پیدا کر رکھی تھی۔ بقول بعض آریہ تھریونکے  
 پنڈت دیانند صاحب جو ویدک پریس اور کتب وغیرہ چھوڑ گئے وہ لاکھ  
 روپیہ سے بھی زائد کی جائیداد تھی۔ اور نقد روپیہ اور سامان کو اس کے  
 علاوہ سمجھنا چاہیئے۔ پس اس قدر روپیہ اپنے پاس رکھ کر وہ خود اپنے قول

کے موافق سیاسی نہ تھے بلکہ جیسا کہ ان کے فقرے کے آخری الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو جہم کے گذارہ سے زیادہ رکھیں گا وہ ملکتی کو نہ پا کر دنیا میں گر پڑے گا، اب آپ خود ہی سمجھ لیں کہ سوامی جی اپنے قول کے موافق ہی ملکتی خاتہ میں گئے یا دنیا میں گرے؟

## آرین کتب میں شدھی کا دروازہ بند ہے

اس وقت چار داتا عالم میں آر یہ سماج نے شدھی کا شور مچا کر رکھ لیا ہے بظاہر ہمارے ہمیں کوئی بُرا منانے کی بات نہیں کیونکہ حیرت ایک مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے غیر مسلم کو احسن طریق سے مسلمان بنائے۔ ایسی طرح ایک غیر مسلم کو یہ حق ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے مذہب میں اور دوسروں کو شامل کرے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ آر یہ سماج جو شدھی کا مالک الاپ رہا ہے یہ اس کے حال کی اختراع اور ایجاد ہے یا ویدوں کی قدامت کی طرح یہ بھی قدیم ہی ہے۔ اور ویدک دھرم کے بزرگان اسلاف میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے یا نہیں۔ وید سمرتی پر ان اور آر یہ سماج کی مسلمہ کتب بھی اس کا ساتھ دیتی ہیں یا نہیں۔ اگر آر یہ سماج کی مسلمہ کتب اور بزرگان اسلاف میں اس کا نمونہ ۔۔۔ پایا جاتا ہے تو چشم مارو شن دل ما شاد۔ ہمارے لئے کوئی بُرا منانے کی بات نہیں اور اگر نہیں جیسا کہ واقعات اور آر یہ سماج کی مسلمہ کتب کے نوشتوں سے ظاہر ہے تو انصاف اور حق جوئی اور حق گوئی اس امر کا ہر ایک انسان سے مطالبہ کرتی ہے کہ آر یہ سماج اس تحریک سے جتنی جلدی ممکن ہو سکے ہاتھ اٹھائے۔ جبکہ ذکر ان کی مسلمہ کتابوں میں اشارۃً اور کھانیئے بھی نہ پایا جاتا ہو اور نہ اس مذہب کے بزرگان اسلاف ایسا ۔۔۔ نمونہ

پیش کرتے ہوں۔ اور اگر آریہ سماج کسی مصلحت سے شدہی کی تحریک سے  
 ہاتھ اٹھانے سے معذور ہے تو چاہیے کہ بجائے ایسی کتابوں کا دم بہرفی  
 کے جنہیں شدھی کا نام نہیں وہ اپنے لئے اور کوئی ایسا راستہ اختیار کرے  
 جس میں ایسی نیاں اور عمدہ تحریک کی تعلیم اور سکشا پائی جاتی ہو۔ ورنہ جیسا کہ  
 گذشتہ دنوں سوامی شرما نے یہ کہا ہے کہ جب تک ہم اچھوتوں کو  
 یا تو مسلم راجپوتوں کو اپنے ساتھ نہیں ملائے تب تک ہم سورا جیہ حاصل  
 نہیں کر سکتے۔ جبکہ یہ مطلب ہے کہ یہ صرف ایک سیاسی تحریک ہے نہ مذہبی۔  
 ایک وقت تھا جب مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے سیواجی نے بھی اچھوتوں  
 کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ مگر وقت نکل جانے اور مطلب حاصل کر لینے  
 کے بعد پھر ان اقوام کو دھتکار دیا گیا تھا۔ اب پھر موقع گذر جانے کے بعد  
 بخوشی اس واقعہ کو دوبارہ دہرایا جاسکتا ہے اور گھنٹی لوگ مطلب حاصل  
 کر لینے کے بعد بخوشی ان اشدھ ہونیوالوں کو خواہ وہ اچھوت ہوں یا تو مسلم راجپوت  
 ہوں۔ لکھن سے بال کی طرح الگ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی مذہبی کتابیں اس  
 امر کی ایازت نہیں دیتیں یہی وجہ ہے کہ یا وجود زیادہ سے زیادہ ڈینگین  
 لانگنے کے ہی آریہ سماج وغیرہ اشدھ شدھوں سے کوئی روٹی بٹی کا تعلق  
 پیدا کر کے لئے تیار نہیں ہو سکتی چنانچہ اخبار عام اور دیگر سائنسی پنڈتوں نے  
 یہ کہہ ہی دیا ہے کہ ہم اشدھ شدھوں سے کوئی روٹی بٹی کا تعلق نہیں رکھ سکتے۔  
 اب ہم اس اصول کو مد نظر رکھ کر آریہ سماج کے حال کی کل مسلم کتابوں پر ایک  
 سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور ایک محقق اور ثالث کی حیثیت سے آریہ سماج  
 کی کتابوں میں یہ تلاش کرتے ہیں کہ اس تحریک کا ذکر آریہ سماج کی کتابوں  
 میں کہاں تک پایا جاتا ہے۔

اب ہم یہاں بھگوان منو کے وہ شلوک پیش کرتے ہیں جسے سوامی دیوانند  
 جی اجمارا نے سستی رفا پر کاش باب نہم کے اخیر پر تناسخ کا ثبوت لوگوں کے

سامنے پیش کرینکے لئے بھگوان منو کے ان شلوکوں کو بطور سندا اور سرٹیفکیٹ کے پیش کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ بھگوان منو کے وہ شلوک کیسے معتبر اور قابل وثوق ہیں۔ اور پھر سوامی دیانند جی ۔۔ نے انہیں اپنے بیان کی مضبوطی اور واضح کرنے کے لئے ستیارتھ پر کاش کے باب ہئم میں درج کر کے ان کے معتبر ہونے پر اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ سید ستیارتھ پر کاش سے جو حوالہ پیش کیا جائیگا وہ ہمارے سماجی دوستوں کیلئے بدو کسی شک شبہ کے قابل وثوق اور قابل یقین ہو گا کیونکہ ستیارتھ پر کاش آریہ سماج کے نزدیک وہ بے نظیر کتاب ہے کہ جب ۱۹۱۱ء میں حضور شہنشاہ جالچہ عجم نے اپنے قدوم مہمنت لزوم سے ہندوستان کو شرف بخشا تھا تو اس وقت ہمارے آریہ دوستوں نے بجائے کسی وید کے ستیارتھ پر کاش کا تحفہ حضور انور شہنشاہ معظم کے پیش کرنا ضروری سمجھا تھا۔ اس پر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آریہ سماج کے نزدیک ستیارتھ پر کاش کیسی منظر کتاب ہے۔ اسلئے اپنے دوستوں کی خاطر ہم ہی اسی ہی معتبر کتاب سے حوالجات پیش کرتے ہیں کہ جنہیں شودریا برہمن کو گدختہ جنموں کے بدیا نیگا اعال کے مطابق ملنا لکھا ہے۔ سوامی صاحب ستیارتھ پر کاش سمواس ہئم صفحہ ۳۳۲ ایڈیشن اردو سن ۱۹۰۸ء پر مندرجہ ذیل شلوکوں کو بطور حجت رکھ کر بیان فرماتے ہیں۔ شلوک ۵

شرجی کرم۔ دوشیر پانی تہا و تان ۵ واپچ کیہ پکیش مرگیاں مانسرت جاتی نام  
مطلب۔ جو شخص بذریعہ جسم کے چوری دوسرے کی عورت سے مباشرت  
یا نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بد کام کرتا ہے اس کا جسم درخت وغیرہ متحرک  
قالبوں میں ہوتا ہے۔ زبان سے کئے ہوئے پاؤں کا عوض پرند او مرگ  
(جنگلی چوپایہ) وغیرہ کا قالب اور منہ سے کئے ہوئے پاؤں کے بدلے  
چنڈال وغیرہ کا جسم ملتا ہے۔ (منو ۱۲ و ۹)

اسی جگہ بھگوان منو نے یہ شلوک جنم کے متعلق فرمایا ہے اور سوامی دیانند نے جو اس کا ترجمہ کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سوامی صاحب اس مذکورہ بالا شلوک کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بذریعہ جنم کے دوسرے کی عورت سے مباشرت کرے وہ درخت اور نباتات وغیرہ کے قابلوں میں ڈالا جائیگا۔ اور زبان سے کیئے ہوئے پاپوں کے عوض پرند اور چوپائے وغیرہ کا جنم ملیگا اور من سے کئے ہوئے پاپوں کے عوض اگلے جنم میں چنڈال کا جنم ملیگا۔

اب جبکہ بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند صاحب کے ایشورجی مہاراج نے جنم کے متعلق یہ حدود قائم کر دی ہیں تو ابھی کون شخص ہے جو اسے اگے پیچھے اور ادھر ادھر کر سکے۔ اگر کوئی آدمی چنڈال ہے تو بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند کے اپنے پچھلے جنم کے افعال کا نتیجہ سگت رہا ہے اور خود ایشورجی مہاراج نے اس شخص کو اس قالب میں ڈالا۔ اب سماجی دوستوں کا چنڈالوں وغیرہ کو شدھہ کرنا یہ صریح اس سر دشتی مان ایشور کی مخالفت ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہماری دوسری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے اور ہمارے فلاں رشی کا یہ قول ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ایشورجی مہاراج کا کیا ہوا فیصلہ انسان نہیں توڑ سکتا۔ ایک جنم کا فیصلہ دوسرا جنم نہیں رد کر سکتا اس کے لئے چیف کورٹ کی طرف رجوع لانا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ایشور تو کسی انسان کو چنڈال بناوے اور ایک رشی یا مہارشی یہ چاہے کہ اس چنڈال کو برہمن یا چھتری بناوے۔ ناممکن ناممکن ازال نااید ؟

دوم :- جب ایشور بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند کے کسی شخص کو چوری یا بدکرداری کی وجہ سے درخت وغیرہ کی جون میں ڈالتا تو کوئی دنیا کی طاقت اس درخت کو شدھہ کر کے پرند اور چرند نہیں بنا سکتی۔ اور تو او درخت

کا پرند بننا تو الگ رہا کوئی طاقت کیکر کے درخت کو آم یا سنگترے کا درخت نہیں بنا سکتی۔ پس جب ایک کیکر کا درخت آم یا نارنگی کا درخت نہیں بن سکتا تو کون طاقت ہے جو چندال سے برہمن بناوے۔ جیکہ درخت بھی بُرے کرموں کا نتیجہ اور چندال ہی بُرے افعال کا ثمرہ ہے۔ بلحاظ ثمرات کے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے اسی طرح بقول سوامی دیاتند اور منوجی مہاراج زبانوں سے کئے ہوئے کاموں کا عوض پرندا اور چرند وغیرہ ہیں تم میں سے کسی نے یہ نہیں دیکھا ہو کہ دنیا کا کوئی اپاؤ یا کوئی شدھی ایک کوت کو جو بقول سوامی دیاتند جی مہاراج اپنی بدزبانی کیوجہ سے کوتے کی جون میں ڈالا گیا ہے اسے ہنس بناوے تو پھر یہ کس طرح اور کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اپنی بدزبانی یا بدکرداری کیوجہ سے چندال کی جون میں ڈالا گیا ہے۔ وہ شدھ ہو کر دلش یا چھتری اور برہمن وغیرہ بناوے۔ ہمارے شدھی کے حامی دوستوں کو چاہیے کہ پہلے ایک کیکر کے درخت کو نارنگی کا درخت اور ایک کوتے کو ہنس بناویں۔ اس کے بعد پھر چندال کو برہمن بنانے کی حامی بھریں۔

میرے دوستو! جب کیکر نارنگی اور کوتا ہنس نہیں بن سکتا تو چندال کیسے برہمن ہو سکتا ہے۔ قابل غور سوال ہے آگے اور شلوک ملاحظہ فرمائیں۔

ستھا وراہ کرم کیا سچ متسپاہ سراہ بکھا پاہ  
پوشیخ۔ مرگا شچیو جگنیاں تاسن گیتہ

ترجمہ۔ ۱۔ جو نہایت درجہ کے تموگی ہیں۔ وہ غیر متحرک درخت وغیرہ کیکر کے مکوڑوں، مچھلی، سانپ، کچھوے، مویشی اور مرگ (جنگلی چوپایہ) کا جنم پاتے ہیں۔ منو ۱۲ و ۲۴ شلوک

آگے اور شلوک ملاحظہ فرمائیے

ہستی شیخ۔ ترنگا شیخ شودرا پیا شیخ گرتیاہ۔ ہنسا۔ ویاگرہ۔ براہ شیخ۔ مدہا تاسی گیتہ



ترجمہ: چونکہ متوسط درجہ کے نمونگی ہیں۔ وہ ہاتھی گھوڑا شوردرلیچ اور قابل خدمت کام کرتے ہیں۔ شیر۔ پلنگ اور خوک یعنی سور کا جنم پاتے ہیں۔ متوسط درجہ کے بقول آریوں کے اگر شوردر وغیرہ جنم سے نہیں بلکہ کرم سے ہوتا۔ تو گھوڑے ہاتھی وغیرہ کے ذیل میں نہ رکھا جاتا کیونکہ شوردر اور گھوڑا وغیرہ کے جنم پانچو گنا ہوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ نوعیت میں سرفرق نہیں اگر شوردر جو متوسط درجہ کے نمونگی ہونیکے باعث شوردر کے قالب میں ڈالا گیا ہے اسی طرح سے گھوڑا جو متوسط درجہ کے نمونگی ہونیکے باعث گھوڑے کی جون میں ڈالا گیا ہے۔ دونوں کی نوعیت گناہ میں سرفرق نہیں ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ آریہ شوردر کو تو شہ کر کے چھتری وغیرہ بنالیں۔ اور گھوڑے گدھے کو شہ کر کے انسان نہ بنا سکیں۔ علاوہ بریں آریوں کا یہ دعویٰ کہ بریں یعنی ذاتوں کی تقسیم افعال سے ہے جنم سے نہیں۔ یعنی ایک انسان اگر برہمن کے گھر میں پیدا ہو کر برے کام کرے تو وہ آریوگوں کے نزدیک برہمن نہیں رہیگا۔ مگر سوامی دیانند جی ہمارا ج اور منو بھگوان کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ منو جی ہمارا ج اور سوامی دیانند صاحب کہتے ہیں کہ نمونگی ہونے کا نتیجہ آئندہ جنم میں گھوڑا اور شوردر وغیرہ کا بننا ہے۔ گھوڑے کے ساتھ مشابہت اس امر کو نہایت توضیح اور تصریح سے بیان کرتی ہے کہ ذات جنم سے ہے۔ کرم اور افعال سے ہرگز نہیں۔ کیونکہ گھوڑا اور شوردر بقول سوامی دیانند جی کے دونوں کا گناہ یکساں ہے تو ہم ایک گھوڑے کو کبھی بھی گائے یا بھینس کہنے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ دودھ ہی دیتی ہو۔ ہم ایک اونٹ کو کبھی بیل کہنے کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ خواہ وہ بیل کی طرح بیل میں ہی جوتا جاتا ہو۔ تو پھر جب ہم اونٹ کو بیل گھوڑی کو بھینس نہیں کہہ سکتے تو پھر شوردر کیسے برہمن سمجھا جاسکتا ہے جبکہ بقول سوامی دیانند دونوں کا بیٹے گھوڑے اور شوردر کا گناہ یکساں اور دونوں ہی متوسط درجہ کے نمونگی ہونے



لمحاطے سے ایک شودرا اور دوسرا گھوڑا بن گیا۔

اب غور فرمائیے۔ شراب نوش اور بد چلن اور موذی ہوتا یہ ہی پہلی زندگی یا اعمال سابقہ کا ہی نتیجہ ہے۔ اب جبکہ صورت حال یہ ہے تو آریہ سماجی دوستوں کا پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر یہ شور مچانا کہ بد چلنی اور زنا کاری کو ترک کر دو۔ یہ کس طرح زیبا ہے کیونکہ خود ایشور نے انہیں انکے اعمال سابقہ کیوجہ سے شراب نوش اور بد چلن اور موذی بنا دیا۔ اب کون ہے جو ایشور کے حکم کو ٹال سکے؟ دریں حال آریہ لوگوں کو انہیں شراب نوشی اور بد چلنی وغیرہ سے باز رکھنا یہ ایشور کے حکم کی صریح مخالفت کیا نہیں؟ اور ایشور نے حکم کی مخالفت کر نبوالے کیلئے جو سزا سوامی دیانند اور بھگوان منوجی ہمارا بھائی تجویز فرماتے ہیں وہ ہی ہمارے آریہ دوستوں سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔

اور پھر جبکہ افضل تو گنی ہونیکے باعث ایشور جی ہمارا بھائی نے بقول سوامی دیانند صاحب کے ایک شخص کو بد چلنی اور شراب نوشی کے لئے مجبور کر دیا تو پھر اس قسم کی بد چلنی اور شراب نوشی ہی ضرور آئندہ جنم میں اپنا اثر دکھائے گی۔ دریں حال آریہ دھرم میں نجات مشکل؟ کیونکہ شراب نوشی اور بد چلنی انکے گناہوں کا کفارہ نہیں بلکہ ازدیاد کا موجب ہے۔

اب حیرانی در حیرانی یہ ہے کہ اول درجہ کے زنا کار اور شراب نوش کو شودروں پر ترجیح دی ہے کیونکہ شراب نوش اور زنا کار تو افضل درجہ کے تو گنی ہیں اور شودر متوسط درجہ کے تو گنی ہیں۔ بہر حال بقول سوامی جی ہمارا بھائی اور بھگوان منوجی کے شودروں سے شراب نوش اور زنا کار افضل ہے تو جس صورت میں ایک شودرا افضل درجہ کے تو گنی ہی نہیں ہو سکتا۔ فرمائیے وہ یرہن اور چھتری ہو کر ہانتا کیسے بن سکتا ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔

بے اور سچ دو شخص ہیں دونوں سے یکساں قسم کا گناہ سرزد ہوا۔ دونوں متوسط

درجہ کے تو گنی ہو نیکے باعث بے تشوہ در کے جسم میں گیا اور سچ گھوڑا بن گیا۔  
اب گناہ دونوں کے یکساں ہیں۔ تو اب ظاہر ہے کہ تشوہ یا گھوڑا جہنم سے  
ہے کرم سے نہیں۔ اگر ایک گھوڑا کام نہ دے اور بیٹا رہے بہر حال وہ  
گھوڑا ہے۔ اگر ایک گھوڑی دودھ دے بہر حال وہ گھوڑی ہے۔ اگر ایک  
گھوڑا ہل جوتا جاوے بہر حال وہ گھوڑا ہے۔ جب کسی گھوڑی کے دودھ  
دینے پر اور گھوڑے کو ہل جوتے پر ہم بھینس یا بیل نہیں کہہ سکتے تو یہ کیسے  
ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو جسے بقول سوامی دیانتدا اور بقول متوجی ہاراج  
تو گنی ہو نیکے باعث تشوہرتا میں ڈالا گیا ہے۔ ہم اسے برہمن یا چھتری  
کہنے لگ پڑیں۔

پھر آگے چل کر سوامی جی کہتے ہیں :-

چار شیخ۔ پیر شیخ۔ پیر شائچھو۔ زامبھکا۔

رکھیا شیخ۔ یشا چائیچ۔ تاسی۔ وشوتمان گیو۔

ترجمہ۔ جو افضل تو گنی ہیں وہ مداح خوان اور جو گیت اور دوہا وغیرہ بنا کر  
لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ خوبصورت پرند ریا کار آدمی یعنی اپنے سکھ کے  
لئے خود ستائی کر نیوالا رکتش یعنی موڈی۔ اور پشاپ یعنی بدچلن لوگ  
ہوتے ہیں جو شراب وغیرہ کی عادت اختیار کرتے ہیں اور غلیظ رہتے ہیں۔  
یہ افضل تو گنی اعمال کا نتیجہ ہے۔ (متو ۱۲ و ۴۴)

جہلا۔ ٹاشچو پر شاستر بر تیاہ۔

دیوت پان پر سکتا سمجھ جگنیاں باجی گیہ

مطلب۔ جو شیخ رجو گنی ہیں وہ جہلا یعنی تلوار وغیرہ سے ہلاک کر نیوالے  
پاکدال وغیرہ سے کہودنے والے ملاح یعنی کشتی وغیرہ کو چلانے والے۔  
ٹش جو باتس وغیرہ پر چڑھنے اور اترنے والے اور کودنے کے کرتبا کرتے  
ہیں۔ ہتھیابند مازم اور شراب خوری کی عادت وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ایسے ایسے جنم پانا بیچ رجوگن کا نتیجہ ہوتا ہے (منو ۱۲ و ۳۵)  
 اب خیال فرمائیے کہ نٹ پن۔ شراب نوشی۔ ہتھیار بند مزدور وغیرہ ہی  
 سوامی جی نے جنم سے مقرر کئے ہیں۔ اب حیرانی ہے کہ پھر۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہیں  
 کہ یہ مزدور۔ نٹ۔ بھانڈ وغیرہ کا امتیاز جنم سے نہیں۔ بلکہ افعال سے ہے۔  
 تبھی تو انہوں نے شدی کو جائز اور روار کھا ہے کیونکہ آریہ لوگوں کے نزدیک  
 اگر آج کوئی بھانڈ کا کام کرتا ہے اور کل ہی پرچارک بن گیا تو پھر وہ بھانڈ  
 سے برہمن ہو گیا۔ مگر سوامی دیانند جی۔ اور منو بھگوان فرماتے ہیں  
 کہ یہ بھانڈ وغیرہ کرم سے نہیں بلکہ جنم سے ہے۔ بتلائیے اب کون ہے جو  
 ایشور کے حکم کو بدل دے۔ پھر لکھا ہے۔

راجا منہ چھتری۔ اچھو۔ ارگیاں چو پر دہتا

یا ویدہ پر دہانا سمجھ۔۔۔۔۔

تین چہرے جو متوسط درجہ کے رجوگنی ہوتے ہیں وہ راجہ کھستری۔ درتھ  
 (اہل صف میں سے) راجاؤں کے پر دست حجت اور مقدمہ بازی لکرنی والے  
 سفیر وکیل بیرٹر محکمہ جنگی کے افسر کا جنم پاتے ہیں (منو ۱۲ و ۴۶)  
 اسجک سوامی دیانند نے معمولی حجت باز آدمی کو راجہ سے تشبیہ دی ہے۔  
 کیا راجہ اور حجت باز کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں کیا ویدک انصاف  
 یہی ہے کہ حجت باز اور راجہ برابر اور مساوی ہوں۔ اور دریں حال اگر کوئی  
 آریہ دوست ایک حجت باز کو یہ نصیحت کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم  
 اس حجت بازی کی عادت کو چھوڑ کر سیدھی راہ اختیار کرو تو کیا وہ یہ کہہ کر لائو  
 نے منو ۱۲ و ۴۶ میں مجھے حجت باز بنایا اور پھر جب ایشور کسی کو ایسا بناوے  
 تو آپ کون سیجے جو ایشور کی دی ہوئی چیز چھوڑ کر کسی دوسری طرف نیچے لاوے  
 بتلائیے دریں حال اگر یہ لوگوں کی شد ہی کی ڈینگ کہاں رہ جاتی ہے۔

# آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ ہے؟

جیسا کہ اشدھی کے معاملہ میں سوامی شرودھانند نے پچھلے دنوں اپنے لیکچر میں یہ کہا کہ جب تک تو مسلم راجپوت اور اچھوت تو گونگوشدھی کے ذریعہ اپنے ساتھ نہیں ملایا جائیگا تب تک سوراج حاصل نہیں ہو سکیگا۔ چکا یہ صاف مطلب ہے کہ یہ اشدھی سیاسی ہے تاکہ مذہبی اسی طرح یہ امر بھی بالبداہت واضح ہے کہ سرے سے ہی آریہ سماج مذہب کی نسبت سیاست میں زیادہ دلچسپی لیتا رہا جس کے لئے حسب ذیل اثبات پر ایک نظر ڈال جانا کافی ہو گا۔

عالمگیر یا دشاہت کے لئے دعا ہے۔  
پہلے ایڈیشن کے پرارتنقضا نمبر ۲۳۲۵ میں تخریر فرماتے ہیں۔

”ہے مہاداتا ایشور اگنی آپ کی کرپا سے .... سورن رتن آدمی تنہا چکرورتی راجہ .... میں پرابت ہوں۔“  
اردو ترجمہ :- اے خیراعظم آگ ایشور آپ کی مہربانی سے سونا جواہرات وغیرہ اور عالم گیر سلطنت حاصل ہو۔  
پھر آگے فرماتے ہیں :-

ہوم رول کیلئے دعا۔ | پرارتنقضا۔ ہے اندر پر ماتمن .... کسی بدھ میں کشین ہو کر ہمیرا جے کو نہ اگن کر کے نشٹ کر دے ہمارے لئے چکرورتی راجیہ اور سوراجیہ دھن کو

سکھ سے پراپت کر ارتھتات آپ کی کرپا سے ہمارا راجہ اور دہن سدا  
بروہی کو ہی پراپت ہو۔ آریہ ہے دنی پر ارتھنا نمبر ۳۴ صفحہ ۱۲۶ - ۱۲۸۔  
اے دو۔ اے خدا کسی لڑائی میں کمزور ہو کہ ہم لوگ شکست نہ کھائیں  
ہمارے دشمن کی طاقت اور بہادری کو تم توڑ پھوڑ کر غارت کر دو۔ ہمیں  
آسانی سے عالمگیر سلطنت اور شہنشاہت دو۔ یعنی آپکی مہربانی سے  
ہماری اپنی ہی بادشاہت اور ہماری دولت ہمیشہ ترقی کرتی رہے آگے  
اور پیچھے۔

پرارتھنا۔ ہے انت بدیا مئے ہگوان سنار میں ہم سب سے ادھک پرکاشت ہوں  
اور ابونیہ پرتی سے پریم دیر یہ پراکرام نیشکٹنگ چکورتی راجیہ ہوگیں۔ آریہ پرتی ۱۲۸  
توجہ۔ اے لا انتھا علم والے ہگوان ہم لوگ اس دنیا میں سب سے زیادہ روشن  
ہوں۔ اور کامل لگاؤ سے سب سے زیادہ اور بے خطر اپنی عالمگیر سلطنت کریں۔  
پرارتھنا۔ اے سرب سوہی ایشور..... جتک جیوی تب تک اچکورتی  
راجیہ آدی ہوگے کھی رہیں۔ آریہ ہے دنی پر ارتھنا نمبر ۳۴ توجہ۔ اے سب سے  
مالک ایشور ہم لوگ جب تک زندہ رہیں تب تک عالمگیر سلطنت کے سکھوں  
سے کھی رہیں:-

کسی غیر ملک کی بادشاہت کے | پرارتھنا۔ ہے ہمارا جادو دہیراچ پر رہن  
ماحت نہ رہنے کے لئے آرزو | انیہ دیش باشی راجہ ہمارے دیش میں بھی  
نہ ہوں تنھا ہم لوگ پرا دہن کھی نہ ہوں

آریہ ہے دنی پر ارتھنا نمبر ۳۴ صفحہ ۱۲۶۔

آرو و ترجمہ۔ اے حکم اہا کہین غیر ملک کے رہنے والے ہمارے کھی بادشاہ  
نہ ہوں اور ہم لوگ کسی غیر قوم کے بادشاہ کے کھی ماتحت نہ ہوں۔

یدیشیوں کے پاؤں کے نیچے ویسی | سوہی دیانند کا کلام شاپ ابھیا گیا اور  
راجاؤں کا روتدہ جانا۔ سے اور آریوں کے کسیدر پاد پیر کے

دروہ سے انیہ دیشوں کے راجیہ کرنے کی تو کتھاری کیا کہتی کتھواریہ ورت  
 میں بھی آریوں کا اکھنڈ سوتنتر سوادہین زریجے راجیہ میں سے نہیں ہے جو کچھ  
 ہے سو ہی بدیشیوں کے پاوا کرانت ہو رہا ہے، (ہندی ستیارتھ پر کاش طبع  
 دوم صفحہ ۲۱۲) اردو ترجمہ۔ اب بدقسمتی اور آریوں کی سستی۔ غفلت اور آپس کے  
 نفاق سے صرف یہی نہیں کہ اور ملکوں میں انکار و اج نہیں ہے بلکہ انڈیا میں بھی  
 آریوں کی پوری پوری خود مختار بے روک اور بیخوف حکومت نہیں جو ہے  
 وہ شیونکے پاؤں تلے روندی جا رہی ہے :-

بدیشیوں کے راج سے آریوں کو دکھ اور فلاس  
 کے سوائے اور کچھ ہی حال نہیں ہو سکتا  
 سو ہی دیوانہ ہوا کلام :- جب سودیش  
 ہی میں سودیشی لوگ دیو ہار کرتے  
 اور پردیشی سودیش میں دیو ہار  
 و راجیہ کریں تو بنا دار دریا اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا، (ہندی ستیارتھ  
 پر کاش طبع دوم صفحہ ۲۱۲) اردو ترجمہ۔ جب اس دیش کے باشندے صرف اپنے  
 ہی دیش میں کاروبار کرتے ہوں اور بدیشی لوگ اس ملک میں آکر نہ صرف تجارت  
 بلکہ راج ہی کرتے ہوں۔ تو پھر اس ملک کے آدمیوں کو سوائے فلاس اور دکھ کے  
 اور کیا نصیب ہو سکتا ہے :-

گٹور کھشنا کو نام سے غیر ملک کے  
 رہنما والوں کو خلافت پہیلانیکا کام  
 پنڈت دیواند کا کلام :- دیکھو جب  
 آریوں کا راجیہ تھا تب یہ ہوا پکارک  
 گائے آدی پشوں نہیں مارے جاتے  
 تھے۔ تب ہی آریہ ورت دانیہ بھوگوں دیشوں میں بڑے اند میں منس آدی پرانی رہتے  
 تھے۔ کیونکہ دودھ گھی۔ پل آدی پشوؤں کی ہوتاتی ہوئی سے ان رس پشکل پر اپت  
 ہوتے تھے۔ جب سے بدیشی مانسا ہاری اس دیش میں آکے گٹو آدی پشوؤں کو  
 مارنے والے مدیر پانی راج اور ہکاری ہوئے تب سے کرم شا آریوں کے دکھ  
 کی بڑھتی ہوئی جاتی ہے، (ستیارتھ پر کاش ہندی طبع دوم صفحہ ۲۱۲)

اردو ترجمہ :- دیکھو جب (دنیا میں) آریوں کا راجہ تھا تب یہ سب گائے وغیرہ  
ہنایت مفید جانور تو نہیں مارے جاتے تھے۔ اسی سبب سے آریہ ورت اور دنیا کے  
اور ملکوں میں انسان وغیرہ جاندار بہت آرام اور آسائش سے رہتے تھے کیونکہ  
دودھ بھی بیل وغیرہ چوپاؤں کی بہتات ہونے کی وجہ سے کھانے پینے کی  
چیزیں حسب دلخواہ میسر آتی تھیں۔ مگر جیسے گٹھڑوں وغیرہ کے مار بیوالے گوشت  
خور اور شراب نوش بدیشیوں نے اس ملک پر حکومت حاصل کی ہے تب سے  
آہستہ آہستہ آریوں کا دکھ بڑھتا جا رہا ہے۔

گوشت خورونکے خلاف  
نفرت پھیلانیکا کام پورا  
سوائی دیانند کا کلام :- ان پشتوں کو مارنے  
والوں کو سب مشوں کی ہتیا کر بیوالے جانے

اردو ترجمہ :- ان حیوانوں کے مار بیوالوں کو سب انسانوں کے مارنے والا سمجھنا چاہیے۔  
سوائی دیانند کا کلام :- ”یہ لکھ چکے ہیں کہ آریہ نام  
دھرم کے بدوان اور آہستہ پرشوں کا اور ان سے

بیریت جنوں کا نام دیوار تہات ڈاکو دشت اور ابدوان ہے۔  
(ہندی ستیا رتھ پرکاش طبع دوم ۱۹۲۵ء) اردو ترجمہ :- جیسا کہ پہلے بیان ہو  
چکا ہے۔ آریہ نام دھرم کے بدوان اور راستبازوں کا اور ان کے برعکس جو لوگ  
ہیں ان کا نام ڈاکو بدافعال بے دین اور جاہل ہے۔

دشت پرشوں کے مارنے میں ہنس کو پاپ نہیں ہوتا۔ چاہے پر سدھ  
چاہے اپردھ کیونکہ کروڑی کو کروڑ سے مارتا جانور کروڑ سے کروڑ کی  
لڑائی ہے۔“

اردو ترجمہ :- دشت پرشوں کے مارنے میں قاتل کو گناہ نہیں ہوتا خواہ وہ  
انہیں کھلم کھلا قتل کر ڈالے۔ خواہ چھپکر۔ کیونکہ غصہ والے کو غصہ سے مارتا گویا  
غصہ سے غصہ کی لڑائی ہے۔



سوامی دیانند کا کلام جو ویدا اور ویدوں کو  
 ویدوں کے نہ ماننے والوں آپت پرشوں کے لئے شاستروں کا اپنا  
 کیلئے جلا وطنی کا حکم کرتا ہے۔ اس ویدندک ناستک کو جاتی  
 پنکتنی اور دیش سے باہر کر دینا چاہیئے۔ (ستیا رتھ مذکورہ ص ۵۳)

اردو ترجمہ :- جو ویدا اور ویدوں کے موافق راستہ پر شخصوں کے ہلکے ہوئے  
 شاستروں کی بے عزتی کرتا ہے۔ ایسے وید کی نند کر نیوالے ناستک کو قوم  
 مجس ورمکس سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ اسپرپس مذکر کے سوامی دیانند نے  
 اپنے رگریہ میماشیہ مطبوعہ ۱۹۲۵ء بکرمی کے صفحہ ۲ پر ایک وید منتر کا ترجمہ کرتے  
 وقت اسرار میں یہ ایک اور فتویٰ دیا ہے۔

”اور جو کہ ناستک نندک دادہورت نشیں ہیں۔ وہ سب ہم لوگوں کے  
 تو اس ستھان سے دور چلے جاویں۔ کنتو نشیجے کر کے اور دیشوں سے ہی دور  
 چلے جاویں۔“

اردو ترجمہ :- اور جو منکر (ویدوں کی) نند کر نیوالے یا دہو کے بازاس  
 ہیں۔ وہ سب ہم لوگوں یعنی آریوں کے مقاموں سے دور چلے جاویں بلکہ تحقیق  
 اور ملکوں سے بھی نکل جاویں :-

مبادا مذکورہ بالا وید منتر سے آریوں کو کچھ غلط  
 غمیر ویدک دھرمیونکے بیخ و بن سے  
 غارت کئے جانے کیلئے پڑا رہتا ہر روز کرنیکا حکم دیا ہے چنانچہ سوامی دیانند  
 آریہ ہی دشنے کے چھٹے ایڈیشن کے صفحہ پر وید کے منتر کی مباحثیا کرتے ہوئے  
 اپنے پیروں کو یہ پڑا رتھنا سکھلاتے ہیں۔

دھرم پتھالیو گیمہ سب کو جاننے والے ایشور ! ..... جو ناستک ..... وید  
 دھرم اور دھرمیونکے بیخ و بن سے سب اپکار یکیمہ کے دھرمس کر نیوالے ہیں ان  
 سب دشمنوں کو آپس میں ہت نہشت کر دیجئے :-

اُردو ترجمہ :- اے سب کو ان کی حالت کے موافق جاننے والے ایشور  
..... جو وید و نیکے علم کے مخالف اناری لوگ سب کے بھلے کے گلیہ کو نشٹ  
کرنیوالے ہیں۔ ان سب دشمنوں کو بڑی سمیت غارت کر دیجئے۔

غالباً اسی تعلیم سے مؤثر ہو کر گوروکل کے ناطوں نے گوروکل سے ایک  
کتاب پرنس بیمارک نامی شائع کی ہے جس میں آزادی کے سبق کی بار بار گردان  
کی گئی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ایک مذہبی سوسائٹی کو نیولین بونا پارٹیا پرنس  
بیمارک کی سوانح عمری سے کیا کام گوروکل جیسے مذہبی ستھان کے لئے  
تو یہ نہ بیاستھا کہ ویدوں اور اپنشدوں وغیرہ کے تراجم شائع کرتا نہ کہ پرنس بیمارک  
اور نیولین وغیرہ نہ سرتا مار یا سی آدمیوں کی سوانح لکھنے بیٹھتا۔ اور پھر دران  
جنگ میں پرنس بیمارک کی سوانح عمری شائع کرنا کسی طرح ہی نہ بیا نہیں تھا  
اس سوانح عمری پڑھنے والوں کے لئے کیا کیا اسباق وسیٹھے گئے ہیں وہ ہم کچھ  
ہدیہ ناظرین کرتے ہیں :-

سوانح عمری بیمارک ہندی مصنفہ مہاشہ اندرویدانکارا یڈیٹر ستیہ دھرم  
پرچارک فرزند اکبر مہاتما منشی رام گورنر گوروکل حال سوامی شرومانند مناصت :-  
آزادی حاصل کر بیکی تعلیم انگلینڈ رہنے والے لوگ ہی کئی کارنوں سے

گھر سے باہر جا کر امریکہ کے خالی پڑی ہوئے  
جنگلوں میں جا کر بسے تھے۔ دیر تک بس (آباد) گراہوں نے وہاں وستانیاں  
بسائیں۔ دیر تک انگلینڈ کے راجہ کا ہی امریکہ میں ہی راج رہا۔ امریکہ واسیوں  
(باشند و مکو) دھیرے دھیرے (آہستہ آہستہ) سوتنتر (آزاد) راجید سفت  
کا ابھیسا (خیال) ہونے لگا۔ انہیں چھٹے چھٹے اپنے ہی بھائیوں کا راج کرا  
(سخت) پر تبت (معلوم) ہونے لگا۔ اپنے گھر کے ساتھ جو پریم روپی سینا  
کی سوا دنی لڑی بند رہی تھی وہ لوہے کی زنجیر جھپے (معلوم ہوئے) لگی۔ اور  
امریکہ کے بیسیوں نے اپنی سوا دھننا (آزادی) کے لئے لڑنا پرا نہ (شروع)

کیا۔ بید (لاٹائی) کی لہریں اٹھنے اور گرنے لگیں۔ دیے (فتح) روپی بکھیرو  
 (پہنہ) کبھی ادھر آنے لگا اور کبھی ادھر جانے لگا۔ اتنت کو لگ بھگ آٹھ  
 سال باہر کے اور اندر کے سنگراموں کو پیشچات امریکہ سوادہیں دآزاد ہو گیا۔ وہاں  
 سے پرا دھینتا (مانختی) کا دھبہ مٹ گیا۔

ہم اسپر کوئی عاشیہ نہیں چڑھاتے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ اس سے مصنف  
 کی کیا غرض ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر کیا اثر بیٹھتا ہے۔ مگر اسی پر  
 اکتفا نہیں ہے۔ یہی مصنف اسی کتاب کے صفحہ پر لکھتا ہے: ”اب ذرا اپنے  
 چت چکور کو سوادہیں پھوی (آزاد ملک) سے ہٹا کر فرانس کے سہاؤنے اور  
 اوپجاؤنگروں میں پہنچاؤ۔ امریکہ میں سوادہیں (آزادی) اور ایکٹا کا راجیہ  
 (بادشاہت) ہوئے چھ برکھ (سال) نہیں گزرے کہ فرانس کے میدا فر نہیں  
 کرانت روپی اگن (حملہ کی آگ) پر چٹ (ظاہر) سکھائیں (الاولیٰ آکاش (آسمان)  
 کا چھیں کرنے لگیں۔ صدیوں کا پڑا ہوا پیرا ناگند مال دھک دھک کر جلنے لگا۔  
 سارے دیش میں کوئی وستود چیز نہ تھی جو آگ سے بچ گئی ہو چھیلیں برس  
 تک پیرا یہ آگ کبھی کسی روپ میں کبھی کسی روپ میں جلتی رہی اس ساری  
 اگن (آگ) کے اندر سے شبد (آواز) کیا نکلتی تھی۔ وہی سوادھینتا (آزادی)  
 سمانتا ہراتر نایا مریو جواد دیش امریکہ کی انگریز پر جاد (عایا) کو اپنے انگلینڈ  
 میں رہنے والے راجہ سے جڈا کرنے کے لئے پیریک (محرم) ہو رہا تھا۔  
 وہی اودیش فرانس کی ریج سیونی پر جا کو اپنے راجیہ کے اور بڑے بڑے  
 سدوئل کا بدھ کرانے کے لئے نیو جیک تھا۔ یہ جدھ (جنگ) بھی سوادھینتا  
 (آزادی) اور ایکٹا کے لئے تھا۔ فرانس کی پر جاد (عایا) جہاں اپنے اوپر  
 اتیا چاری راجیہ (ظالم سلطنت) کا سہن (برداشت) نہ کر سکتی تھی۔ وہاں وہ  
 لارڈ پادری اور سادہارن پر جا کا بھیدا ٹانا چاہتی تھی۔ یہ کہنا کچھ بھی اشدھ  
 (غلط) نہ ہو گا کہ فرانس کی راجیہ کرانت کے اور کاروں میں سے ایک مکھ

کارن (سبب اولے) امریکہ کے سوادھینتا (آزادی) کے بدھ (جنگ) کا اسپر پر بہاؤ (اثر) بھی تھا۔

اب ہم اسپر اپنا کوئی حاشیہ چڑھانا نہیں چاہتے۔ مگر حیرانی ہے کہ ایک مذہبی جماعت ہو کر ایسی کتاب لکھنی اور گورگل کے طبباء اور دیگر آریہ پبلک کے ہاتھوں میں ایسی کتاب پڑھنے کے لئے دینے سے جو مصنف کا مقصد ہے وہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی مصنف آگے چل کر صفحہ ۵ پر لکھتا ہے کہ

آزادی کو ہر وقت سارکھنا چاہیئے | اس یکھک (مصنف) کا یہ وچار (خیال) ہے کہ وہ اپنے سودیشیوں

(ہموطنوں) اور سو پانچھ کوں دیرھنے والوں کے سن مکھ (مد نظر) اس آکشتات بدھ کی ان بڑی بڑی چاروں گھٹناؤں (تجاویز) کی اک مالا و پیتھت کرے۔ ان چاروں گھٹناؤں کا اتھاس سوادھینتا (آزادی) کا اتھیاس ہے۔ یکھک (مصنف) اس سوادھینتا (آزادی) کے اتھیاس کو اپنے پاٹھکوں (پڑھنے والوں) کے سن مکھ (سامنے) رکھنا چاہتا ہے۔

ایسی تھویر و نکو پڑھ کر جو اثر ناظرین پر پڑ سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ کتاب ہوم رول کے حامیوں کی طرف سے شائع ہوئی ہوتی تو ہمیں کوئی اعتراض نہ تھا کیونکہ آزادی کے گیت گانے اور خود مختاری کے راگ الاپنے ان لوگوں کا شیوہ ہے۔ مگر ایک مذہبی سوسائٹی اور گورگل کے ذمہ دار فرد کی طرف سے ایسی کتاب کا شائع ہونا از سر تا پا حیرت اور تعجب کا موجب ہے۔

آزادی کن لوگوں کو ملتی ہے :- اس کتاب کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ پرتھم (اول) ولیم سمرات پد درتبه کو پاکر بشارک کارپو

(کام) کو پورا کر کے اور جیرین پر جا (ر) عایا، کو سوادھینتا (آزادی) اور ایکٹان مل

(بے ہوا، اموتوں (آبجیات) کو پی کر جو انھیں لوگوں کو پراپت (حاصل) ہوتا ہے۔  
جن کے اندر پیران (جان) ہے۔ جن میں سورتھ تیاگ (ایتنا) ہے اور جو ماتر بہوی  
(اپنے ملک) کی دیدی (ندیمہ) پر اپنے مانس (گوشت) اور لہو (خون) کو بلدان  
(قربانی) کر نیلے لئے تیار ہوتے ہیں۔

ہم اسپر کوئی حاشیہ نہیں چڑھاتے۔ مگر غور کرو۔ کہ پڑھنے والوں کو کون زہریلے  
اثرات سے یہ کتاب مؤثر کرتی ہوگی۔ اور ان اثرات کو قبول کر کے (جو ان کس  
روپ میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہماری کسی تشریح کی ضرورت نہیں  
اسی پر انگفا نہیں ہے۔ ذرا اور ملاحظہ فرمائیے۔ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف  
اور ستیہ دھرم پر چارک کے ایڈیٹر اپنے ۲۲ جون ۱۹۱۷ء کے اشخاص پر تحریر فرماتے ہیں۔

ایڈیٹر ستیہ دھرم پر چارک کے نزدیک  
سرکاری خطا حاصل کرنیوالے کیس ہو گئے ہیں۔  
سمرات کا جنم دن آیا اور چلا گیا جاتا  
جاتا۔ وہ کئی بھارت واسیوں (ساکن  
ہند) کے گلے میں اوپادی (خطاب)  
کی مالا پہنایا۔ یہ مالا دشکیستا سرکاری

نو کروں کے گلے میں ہی پھرائی جاتی ہے۔ اوپادی ملکھ ہوتے دیکھ دل میں پرشن  
(سوال) اٹھتا ہے کہ ان اوپادیوں (خطایات) کا مل (قیمت) کیا ہے اوپادیوں  
کا مل قیمت بھن (مختلف) ویلٹیوں کیلئے بھن بھن (مختلف) ہے۔ جو لوگ  
ستار (دنیا) کی گت (حقیقت) کو سمجھ جانتے۔ وہیں (ملک یا دھرم) (ملک یا مذہب)  
نے پڑتا ہے۔ اپنے کر تو بہ (فرصت) کو نہیں پہچانتے۔ کھانا۔ پینا ہی جنکا جیون  
ہے اور مالک کے چوتے کے تھے یا نہ جتنکے لئے سورگ (بہشت) سامان (مانند)  
سمجھ پرو (آرام دہ) ہے ان کے لئے اوپادی (خطاب) چاہے وہ رائے صاحب  
ہی ہو۔ سمیروریت (ایک متیرک پہاڑ کا نام) میں نعمت غیر مترقبہ سے ملنے کے  
برابر مل (قیمت) رکھتی ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ آجکل کی سرکاری اوپادھیان (خطابات) دوست دک بیوا (خدمت) سوگندھ (خوشبو) سے سوگندت نہیں (خوشبو دار نہیں) پرنتو خوشامدیشی وردہو (ملک کی دشمنی) جاتی وردہو (قومی دشمنی) دہرم دہرو (مذہبی دشمنی) کی بدبو سے سوگندت ہیں ان کے ساتھ بہت سے خوشامدی ٹٹو (تتھا) (یعنی) جی حضور و نکا سمندھ (تعلق) لگا ہوا ہے۔ ایسے لوگ اوپادھیوں (خطابات) کو لعن چپن اور داستان کا پیٹھ (طوق غلامی) سمجھتے ہیں۔ وہ آتی ہوئی اوپادھی (خطاب) کو دیکھ کر بھے (دڑ) کھاتے ہیں۔ اور دور سے ہی اس کے نوارن کے تین (اوپاؤ) کرتے ہیں۔

ایک مشہور مدبر انگریز سرولین ٹاٹن چرول کی شہادت آریہ سماج کے متعلق پانے ہیں تو زیر بحث امور کا ہر ایک پہلو ہمارے سامنے

کما حقہ آجاتا ہے۔ سرمدوح ایک بڑے پایہ کے مدبر انگریز ہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب موسوسہ ہند میں شورش کے آٹھویں باب پنجاب اور آریہ سماج کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں اس امر سے کہ کثرت سے آریوں نے بلاشبہ گزشتہ چند سالوں کی پولیٹیکل ایجیٹیشن میں حصہ لیا۔ اس سرٹیفکیٹ کی تائید ہوتی ہے جو دو سال ہوئے خود کرشن ورمانے اپنے قتل کی اشاعت کر توالے اخبار میں آریہ سماج کو دیا تھا اسنے نہ صرف یہ بیان کیا کہ ہندوستان کی پولیٹیکل بیداری کے لئے تمام تحریروں کو میں کوئی بھی ایسی طاقتور تحریک نہیں ہے جیسی آریہ سماج بلکہ اسنے یہ بھی ایزاد کیا تھا کہ اس سوسائٹی کا سراج جیسا کہ اسکے بانی نے بیان کیا تھا۔ بالکل آزاد اور خود مختار قسم کی قومی گورنمنٹ ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کرشن ورما کو دیا تنہا نے اپنی جین حیات میں اس پہلی منظم سوسائٹی کا ممبر بنایا جو بعد میں اس کی وصیت کی شریٹی تھی۔

پنڈت شیام کرشن ورما ایم۔ اے سوامی دیانند کارا سنج الا اعتقاد جیلا تھا۔



جس کو سواری دانہ سے اپنی حیات میں اس انجن اعلیٰ کا نمبر بنایا تھا جو سواری دہانہ کی موت کے بعد انکی ساری جائداد اور کام کی نگرانی کے لئے بنائی گئی تھی۔ خیر یہ کرشن ورما جیسا خطرناک ایجنسی ٹیڑھا ہوا وہ ایک ظاہر و باہر ہے۔ اگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۲ پر سرمد روح لکھتے ہیں۔ مگر اس بارہ میں شہادت بہت زبردست ہے کہ بہت سے دیگر ممبران آریہ سماج نے جن میں بہت سے سربراہ اور وہ اشخاص بھی شامل ہیں گذشتہ ساونکی باغبانہ شورش - (Sedition & Agitation)

میں پنجاب اور اس کے پڑوس صوبہ متحد میں لایاں حصہ یا غلہ کے راوی پنڈی کے بلوہ میں سرغٹہ آریہ تھے۔ اور اس سخت درجہ مار دھاڑ والی (Violent)

(Phanda And a -) تحریک میں جو فساد کھڑے ہو نیسے دو سال پہلے جاری ہوئی تھی۔ لالہ لاجپت رائے اور اجیت سنگھ سے بڑھ کر کسی نے حصہ نہیں لیا اور یہ دونوں اشخاص شہور آریہ تھے۔ انکی عیلا وطنی سے دفعتاً پنجاب میں امن و چین ہو جانا یہ یقین کر نیکے لئے بدیہی ثبوت ہے کہ انہوں نے بد امنی پھیلانے میں حصہ یا تھا۔ اس کے اگے صفحہ ۱۱۲ پر سرمد روح فرماتے ہیں "آریونکی نہ صرف بڑی کوشش انگریزی فوج میں نوگوں کو بھرتی ہو نیسے روکنے کی رہی بلکہ انہوں نے بعض اوقات عللاً فوجوں (رجمنٹوں) کی وفاداری میں رختہ پر وازی کی ہے اور ان کے ایکٹ دیسی فوجوں میں پھرتے پائے گئے ہیں" ہم ان اقتباسات دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ آریہ سماج ایک مذہبی سواری ہے یا ایک سیاسی گروہ۔

## روح اور مادہ کی ازلیت کا رد

ایک واجب ہستی کے سوائے دوسری واجب بالذات شے کا ہونا عقلاً ممکن ہے یا نہیں کوئی ایسی شے نہیں ہے جو خدا کے سوا انجی القیوم زندہ اپنی ذات کی قائم قائم دائم رہ سکتی اسلئے روح آپ آپ وجود ذاتی ہو نہیں سکتی ہر ایک شے کا وجود



بقا اور نمود اللہ ہی کے ہمارے اور اسی کے چمکانے سے ہے ماسوائے اللہ کوئی شے بوجود ذاتی موجود نہیں ہے اللہ خالق کل شے و هو علی کل شے وکیل ہر شے مادہ روح اجسام کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی ہر شے پر وکیل ہے یعنی ہر شے کا وجود بقا اور نمود اسی کے ہمارے سے ہے۔ یدیع السموات والارض زمین و آسمان کا موجد وہی ایک وقت تھا جبکہ زمین و آسمان وغیرہ کچھ نہ تھے کان اللہ لم یکن مدہ شے اللہ کی ذات ہی تھی اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی قوت ایجاد سے پیدا کیا تو زمین و آسمان اور ہر شے چمکا اٹھی۔ اللہ نور السموات والارض اللہ کے چمکانے بغیر کوئی شے اپنے انوار وجود کو آشکارہ نہیں کر سکتی۔

دُنیا کا ذرہ ذرہ اس بات پر شاہد ہے کہ میرا کوئی مالک خالق ضرور ہے میں آپ سے پیدا نہیں ہو گیا۔ اجسام دار و اح سب مخلوق اور حدوث کے رنگ سے رنگین ہیں۔ انسان کا اپنا کام نہیں کہ روح و جسم ملکر ہیئت کذائی اختیار کر لے اور خلعت انسانیت پہن لے۔ اور ہر ذرہ انت مالکی انت مالکی پکار رہا ہے ہر روح انت درجی انت درجی کی صدا دے رہی ہے عالم کی جس چیز کی طرف دیکھو وہ خاص قیود سے مقید اور خاص حدود میں محدود ہے۔ جس کے عظیم الشان وجود آفتاب ہی کی طرف دیکھو تو وہ صرف ایک بنور بالذات جسم ہے ویس خاص جگہ میں محدود ہے اور خاص صفت سے مخصوص۔ چاند کا کمال و زوال محتاج بیان نہیں غرض کہ جو شے دنیا کی نافرمان دیکھو وہ محدود جگہ میں آئی ہے خاص احاطہ میں سمائی ہوئی ہے پھر یہ سب اشیاء یہاں تک ناقص فی الذات اور بے بس ہیں کہ وہ جس فطرت پر موقوف اور جس بنجر پر مجبول ہیں اُن سے سرسبز و زرخیز نہیں کر سکتیں جس سے اظہر من الشمس ہے کہ وہ ضرور کسی عظیم الشان طاقت اور زیر دست قوت کے بس میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اس کے ارادہ سے اس کا ظہور نمود ہے جس نے اپنی مرضی سے ہر ایک شے کو خاص خاص صفات و عوارض اُسے لاحق کئے ہیں۔ چاند سورج ستارے وغیرہ سب اجرام علوی و سفلی ہمیں محسوس و مدرک ہو رہے ہیں لیکن ہم

نہیں جانتے کہ ان پیمان وجودوں کو اپنی ہستی تک کی ہی علم ہو جس سے سوائے نمود  
 یے بود اور خدا تعالیٰ کی صنعت کا ایک نقش اور قدرت کا ایک پرتو ہو سکی ان  
 اشیاء کو ہم بڑھ کر نہیں سمجھ سکتے۔ اس سے یقین اور حق یقین ہوتا ہے کہ ان اشیاء  
 کا ضرور کوئی خالق اور مالک ہے جس کی قدرت کا اثر صنعت کا نقش یہ کارخانہ ہے  
 اور ضرور وہ ایک ہی ہے کیونکہ وہ سارا نظام عالم بلا تفاوت ایک ہی طرح چل  
 رہا ہے۔ اور دنیا کی ہر ایک شے ایک ہی سلسلہ میں منتظم اور ایک ہی سلسلہ میں منسلک  
 ہے جس سے قطعی یقین ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی کاریگر کے ہاتھ سے یہ ساری  
 کل نکل ہوئی اور ایک ہی ذات نے چابی دے رکھی ہے جس سے قیامت تک  
 یہ کل اسی طرح چلی جائیگی۔ دنیا کی ہر ایک شے حدوث کے رنگ سے رنگین ہے  
 جس سے ثابت ہے کہ کوئی اُن کا حدث اور خالق ضرور ہے۔ ہر ایک وجود کو کوئی  
 نہ کوئی نقص لاحق ہے جس سے ظاہر ہے کہ کسی کامل حکیم نے اپنی مرضی و ارادہ سے  
 ایسا کیا۔ آپس آپ ہونے والی چیز میں نقص ہونہیں سکتا مگر ہر وجود اپنے حق  
 میں کوئی شے نقص قبول نہیں کر سکتی اور سوال ہوتا ہے کہ کیوں اس شے نے جس کا  
 وجود خانہ زاد ہے (نہ عطائے غیر) اپنے وجود کے ساتھ ہی کوئی نقص لاحق کر لیا آیا  
 اپنی مرضی سے یا کسی قاسر کے قسر سے۔ پہلا امر تو صریح باطل ہے اب دوسری بات  
 رہ گئی کہ اور ذات نے جو اس سے بڑھ کر تھی اور اپنے ارادہ سے اس میں نقص لاحق  
 کر دیا اور خاص خاص محدود صفات و عوارض کے ساتھ محدود و مقید کر دیا وہی ایک  
 ذات واجبہ جو اب حدود و قیود سے یا ہر اور ہر ایک شے اس کی مقدرہ قید و  
 سے بندھی ہوئی اور حدود سے مقید ہے وہ دنیا کو دیکھو ہر ایک چیز پر نظر ڈالو سب  
 محدود ہیں جس سے یقین ہوتا ہے کہ کسی کامل اور غیر محدود ذات نے ان کو بنایا۔ کوئی  
 شے محدود یا کوئی شے ناقص آپس آپ ہونہیں سکتی۔ آپس آپ ہونوالی چیز جس کا  
 وجود مستقل اور واجب کب گوارا کر سکتی ہے کہ اپنے وجود کے ساتھ کسی نقص یا  
 عیب کو لاحق کرے۔ واجب شے کا اپنے وجود سے خود بخود ہی کسی عیب یا نقص

کو عارض کر لینا کوئی عقلمند جبکہ استدلال صحیح منطقی پر ہو ہرگز باور نہیں کر سکتا کسی  
 چیز کو لوہے سورج کو چاند کو روح کو زمین کو جسم کو ایک ایک ذرہ کو اس میں بظاہر اگر  
 نہیں کوئی اور نقص معلوم نہیں ہوتا تو اسکا محدود امکان میں مفید ہونا یہ تو صریح  
 نقص اس میں موجود ہے اگر وہ شے آپسے آپسے اور اسکا وجود واجب ہے تو یہ محدود مکان  
 میں آنا اور خاص محدود وجود سے مفید ہونا اسکو کہاں سے لاحق ہوا؟ وہ آپسے  
 آپسے اور واجب ہو کر کیوں اپنی ذات کے ساتھ محدود اور مقید ہونا گوارا کر سکتی کیوں  
 نہ ذات و صفات میں غیر محدود ہوئی یہی اصل ہے جس پر علم الہی کی بنیاد قائم ہے  
 اور جس سے خدا تعالیٰ کا وجود یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر ایک  
 شے کو ناقص اور محدود دیکھ کر دانشمند آدمی کا یقین حق البقین کے مرتبہ تک پہنچ  
 جاتا ہے۔ کہ ان محدود وجود اور ناقص فی الذات اشياء کا خالق کوئی اور ہے۔ جو  
 ان اشياء موجودات سے وراء الوجود اور فوق الصوق اور صاحب عرش عظیم زبردست  
 اور غیر محدود طاقتوں والا ہے جس نے اپنی حکمت اور قدرت کے یہ عالم بنایا اور  
 اپنی دانائی سے ہر ایک چیز کو خاص الخاص صفات و عوارض و حدود و قیود سے  
 مفید کیا محدود اشياء کے ملاحظہ سے اس محدود کی ضرورت ثابت ہے جس کی ذات سے  
 بالاتر اور ترالی سے یہ عجب اپنے قدر سے ناقص و عیب کو وہاں راہ نہیں دلائی  
 الفیوم ذات ہے جس کے ہمارے سے ذرہ ذرہ کا وجود بقا ہے اور ضرور وہ ایسا  
 ہے کیونکہ ایک سے زیادہ غیر محدود ہونے کا کیا نہیں ذات اور صفات میں غیر محدود  
 ہستی ایک ہی ہو سکتی ہے اور ضرور ایک ہی ہے جس میں روحی اور تعلیمی کو راہ نہیں۔  
 علم الہی کی طرح اور اس خداوندی کی ہر ایک شے کو جس کو جس کے  
 سامنے پیش کر سکتے ہیں عدم نقص و عدم عیب کا خیال کرنا کہ وہ ایک مادہ  
 اور روح کی طرح اور عیب بالذات مانتے ہیں۔ اور اس کے بعد ان کو اپنے  
 اندر دیکھ کر دیکھتے ہیں واجب ہونے کا وہ اس کے وجود کو اپنے  
 سے زیادہ واجب کا ہونا محالات سے ہے۔ کیونکہ واجب وہ ذات ہے جس

جو کمال کے اس درجہ تک پہنچی ہوئی ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں یعنی کہ وہ ذات و صفات میں غیر محدود ہو پس مادہ و روح جو محدود وجود رکھتے ہیں اور اعمال قیود سے مقید اور نقصان کے داغ سے ملوث کیسے واجب بالذات اور قدیم ہو سکتے ہیں۔ واجب ذات تو وہی ہو سکتی ہے جو غیر محدود کمالات رکھتی ہو۔ اوماذ وارواح بالکل محدود وجود اور محدود صفات رکھتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو شے خود بخود ہو اُسے کمال کے اُس درجہ پر ہونا چاہیے جس سے بڑھ کر کمال تجویز کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ اگر ایک شے خود بخود ہو اور کمال کے اس درجہ تک نہ ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں یعنی کمالات میں محدود ہو۔ تو سوال ہو گا کہ یہ شے اپنا ذاتی اور مستقل وجود رکھتے ہوئے کمالات میں کیوں ایک حد تک جا بھری۔ اس میں غیر محدود کمالات کیوں نہ پائے گئے آیا اس کی اپنی مرضی سے یا غیر کی مرضی سے۔ اگر اپنی مرضی سے تو یہ خلاف عقل ہے۔ کوئی شے موجود ہو ذاتی اپنے حق میں نقص نہیں قبول کر سکتی اور اگر دوسرے کی مرضی سے تو یہ شے خود بخود اور واجب نہ رہی بلکہ دوسرے کی مرضی کے تابع ہوئی جو اس سے بڑھ کر ثابت ہوا ایسا ہی جو شے کمال کے اُس درجہ پر ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اس کا خود بخود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر ایک شے کمال کے اس درجہ تک ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اور اسے خود بخود نہ مانا جاوے بلکہ دوسرے کا مخلوق اور ذات اور صفات میں غیر کا دست نہ کرنا جاوے تو وہ پھر کمال کے اس درجہ تک نہ ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ اُس سے کمال میں وہ شے بڑھ گئی جو اس کی خالق اور محتاج الیہ ہے اس اصل سے ظاہر ہے کہ مادہ اور ارواح جو ذات و صفات میں محدود ہیں کبھی خود بخود واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی اگر مادہ اور ارواح قدیم اور واجب بالذات ہوتے تو کبھی ذات و صفات میں محدود اور دوسرے کے دست نگر اور انکس نہ ہوتے۔ دو باتیں ہمیں یاد رکھنی ہیں۔ ایک تو کہ یہ غالباً تشریح بلا مرجع ہے۔

مادہ اور روح کو ناقص اور محدود مانکر واجب بالذات ماننے میں ایک نقص دہ لازم آتا ہے کہ اگر خدا کو بھی واجب قدیم قرار دینے کے باوجود ناقص بالذات اور محدود فی الصفات مان لیا جائے تو کوئی دلیل اگور و کس نہیں دیتی کیونکہ تینوں ہم رنگ و جہوں میں سے جب ایک میں نقص اور عیوب پائے گئے تو دوسرے میں بھی اگر پائے جائیں تو اسکے روکنے کیلئے کوئی دلیل ہے غرض کہ مادہ و روح کے قدیم اور واجب ماننے سے خدا تعالیٰ کی کمالیت بلکہ الوہیت پر کوئی دلیل نہیں رہتی جب ایسے وجود جو محدود اور ناقص ہیں خود بخود ماسنے گئے تو کچھ ضروری نہیں کہ خداوند تعالیٰ ہی خود بخود ہو کر ضرور کامل ہوا کیونکہ ناقص اور محدود مان لیا جائے تو منطقی دلیل کوئی روک نہیں سکتی ہاں بلکہ اگر روح اور اجسام کا باہمی تعلق اور انتظام کائنات کا سلسلہ ہی خود بخود چلتا ہوا مان لیں ۔ ۔ ۔ اور خدا کو سر کے تسلیم نہ کریں تو یہی کوئی دلیل اس سے مانع نہیں ہو سکتی غرض کہ روح اور مادہ کو ازلی مانکر خداوند تعالیٰ کی ہستی سبھی دوسرے رنگ میں باہر ہونے پڑتے ہیں۔

ناقص شے سے کامل شے کی طرف بیجا نامہ و چیز سے غیر محدود چیز کا سراغ لگانا ہی تو وجود الہی پر استدلال کی اصل تھی۔ ناقص اور محدود ہستی جب واجب خود بخود ٹھہر گئی تو خدا کے ناقص اور محدود ماننے سے کوئی دلیل روک سکتی ہے اور خدا کی ہستی کا کیا ثبوت؟ ہاں اروج و مادہ اور مخلوق واجب ذات و صفات میں محدود اور حدوث کے رنگ سے رنگین نا جائیں تو اس سے ایک محدود محدث کی ضرورت پڑی جو اپنی ذات میں کامل ترین اور غیر محدود اور اللہ کے نام سے موسوم ہوا جسے تمام ارواح کو خاص خاص عوارض و صفات لاحق کئے اور انکو اپنی مرضی کے تابع حلال کا شیفۃ اور اپنی طرف میلان کرنیوالا بنا دیا :-

## آریہ سماج کا راجپوتوں کی قومیت پر خطرناک حملہ

مشہور آریہ پروفیسر بالکرشن ایم۔ اے۔ گوروکل کانگریسی اپنی تصنیف موسومہ یہ بھارت ورش کا سنگھشت انتہاس (ہندوستان کی مختصر تاریخ) جیسے منہج بھارت لٹریچر کونسل لٹریچر لاہور نے اردو وٹش نیترا لہور میں چھپوایا تھا اسکے پر ختم بھاگ (حصہ اول) کے صفحہ ۲۷ پر آریہ سماج کی مشہور ایشیائی لٹریچر گوروکل کانگریسی کے پروفیسر راجپوت

قوم کے حالات کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ  
 ”راجپوتوں کی اوست پتی زپیدائش کا وکھیر بیان، بڑا گہن ہے  
 یہاں سر و تری ہی کہنا پر یا پست (مناسب) ہو گا کہ راجپوت  
 لوگ پر اتن آریوں، یونانیوں، پارٹھیا والوں، شکوں، گجروں  
 ترکوں، آدرو، غبرہ، جاتیوں (اقوام) کی جنہوں نے ہندو  
 دھرم تھا دیا، سمجھنا (تہذیب) سو بیکار (اختیار) کر لی تھی  
 سفتان (اولاد) تھے“

مذکورۃ الصدر سطور میں آریہ پر و فیسر نے صاف الفاظ میں راجپوت  
 اقوام کو جنہیں چندرہی ہونے کا فخر ہے اور جو اپنا شجرہ نسب شری پر اپنند  
 اور شری کرشن جی ہمارا ج سے ملتے ہیں۔ انہیں گجروں اور ترکوں کی اولاد  
 قرار دیا ہے۔ آج سے چار سال قبل جب یہ کتاب شائع ہوئی تھی تو آریہ پر و فیسر  
 صاحب کی اس تحریر نے راجپوتوں کے جذبات کو نہایت نامناسب  
 طریق سے مجروح کیا تھا اور راجپوت گزٹ نے اپنے ڈیفنس کے لئے  
 ایڑی چوٹی تک زور لگایا تھا۔ اور آریہ پر و فیسر صاحب کی اس تحریر کو راجپوت  
 قوم کیلئے بدرجہ غایت ہتاکہ یے عزتی قرار دیا تھا۔ مگر آریہ سماج کوئی توجہ نہ  
 کی تھی۔ مگر اب جبکہ حالات میں بہت حد تک تبدیلی آچکی ہے۔ اور  
 آریہ سماج کو اپنی شدھی کے معاملہ میں راجپوتوں کی بہت ہمدردی  
 کی ضرورت ہے۔ تو کیا آریہ سماج اپنی حیثیت مجموعی اس تحریر سے  
 جس نے راجپوت اقوام کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ دست برداش  
 ہو نیلے لئے تیار ہوگی +



# قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ

قرآن مجید ہر مسلم کے لئے بدرجہ غایت عزیز ہے۔ اور کلام اللہ کی اشاعت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی کار خیر نہیں۔ مگر اس کلام پاک کی اشاعت کے لئے ہم مسلمانوں نے جس قدر کوتاہی اور سستی کیا ثبوت دیا ہے وہ بدرجہ غایت قابل افسوس ہے۔ سوائے دو تین زبانوں کے اور کسی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ نہیں ہوا۔

حالات کہ یہ ہمارا فرض ہونا چاہیے تھا۔ کہ دنیا کی ہر ایک زبان میں قرآن پاک کا پیغام لوگوں تک پہنچایا جاتا۔ عیسائی اس وقت تک انجیل کا قریباً ۳۵ زبانوں میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ گورکھی دان لاکھوں نہیں کروڑوں ہونگے۔ اس لئے مینے یہ عزم کیا ہے کہ گورکھی دان لوگوں تک قرآن پاک کا پورا اور پریم سندھیسہ پہنچایا جائے۔ مینے یہ ترجمہ قریباً ختم کر لیا ہے۔ اس کی طباعت پر دس ہزار روپیہ خرچ آئیگا۔ کوئی اسلام کے لئے اپنے پیلو میں درد نہ دل رکھے والا صاحب توفیق اللہ کا بندہ اس طرف توجہ کرے۔ یقیناً یہ کار خیر حسانت دارین کا موجب ہوگا۔

اخبار قورہ۔ تمام ہندوستان میں کہوں اور یونین تبلیغ اسلام کیلئے نور ایک واحد پرچہ اگر آپ تاحال اس غازی پرچہ کے خریدار نہیں ہوئے تو فی الفور خریدار بن جائیں کیونکہ جس قدر اس مجاہد پرچہ کی زیادہ اشاعت ہوگی اس قدر عہدگی اور حسن طریق سے یہ تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو بجا لائیگا۔ سالانہ ان سے نمونہ سر منجی اخبار قورہ قادیان گورداسپور پنجاب۔